تاجدارِ سالکان و اولیاء ۔۔۔ روضۂ آں نُورپور دار الشفاء

از طریقہ قادری آں شیرِ نر ۔۔۔ مرحبا اے پیشوا عالی گہر

انوارِ لطیف رحمۃ اللہ علیہ

تذکرہ شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ
المعروف امام بری رحمۃ اللہ علیہ

سیّد آلِ احمد رضوی

ماڈرن بک ڈپو میلوڈی مارکیٹ اسلام آباد

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحقِ مصنف ہر زبان میں ہر لحاظ سے محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	انوارِ لطیف
مصنف		سید آلِ احمد رضوی
ناشر	:	سید ذاکر شاہ ۔ ماڈرن بک ڈپو اسلام آباد
ٹائیٹل	:	ارشاد صدیقی
کتابت	:	شکیل احمد
اشاعت	:	دوم اپریل ۱۹۹۲ء
تعداد	:	ایک ہزار
طابع	:	خالد پرنٹرز اسلام آباد
قیمت فی نسخہ	:	۴۶ روپے

Scanned with CamScanner

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
القرآن
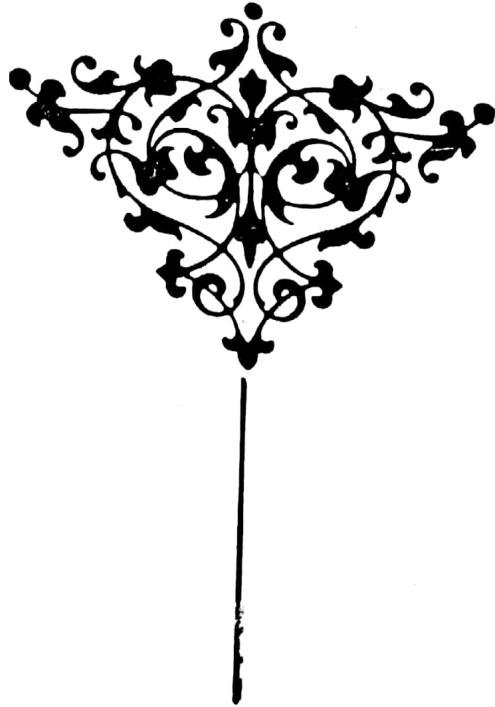
انتساب

اپنی والدہ ماجدہ کے نام

جن کے جانے کے بعد
ہر چیز بے رنگ ہو گئی
دعاؤں کا ایک سائبان یک دم ہٹ گیا۔

سید آل احمد رضوی

Scanned with CamScanner

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

(اقبالؒ)

فہرست

صفحہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جناب قدرت اللہ شہاب سابق سیکرٹری اطلاعات و تعلیم حکومت پاکستان

سید آل احمد رضوی کی تصنیف "انوارِ لطیف" حضرت شاہ لطیف المعروف امام بری رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرات میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ حضرت امام بری رح کے تذکروں کی کمی خاص طور پر محسوس کی جاتی رہی ہے۔ اب تک اس موضوع پر جتنی کتب شائع ہوئی ہیں، ان میں مستند اور معتبر تفصیلات کی تشنگی بڑی حد تک موجود رہی ہے۔ امید ہے کہ "انوارِ لطیف" کی اشاعت اس خلا کو نمایاں طور پر کم کرنے میں معاون اور مفید ثابت ہوگی۔

۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۶ء تک بندہ ہالینڈ کے دارالحکومت "دی ہیگ" میں بطور سفیرِ پاکستان متعین تھا۔ وہاں پر صوفی عنایت خاں مرحوم نامی ایک بزرگ کے بہت سے پیرو موجود تھے۔ صوفی عنایت خاں کے ایک بھائی صوفی مشرف خاں ان دنوں بقیدِ حیات تھے، اور اپنے مرحوم بھائی کے معتقدین کی سربراہی فرماتے تھے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو "ڈچ صوفی" کہتے تھے۔ اگرچہ یہ باضابطہ طور پر مشرف باسلام نہ ہوتے تھے، لیکن وہ کسی صورت عیسائی بھی نہ رہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا صوفی نام الگ ہوتا تھا، جو ہو بہو اسلامی نام ہوتے تھے۔ مثلاً "عبدالکریم"، "نورالدین"، "کلثوم"، "فاطمہ" وغیرہ۔ یہ نام وہ غیروں سے پوشیدہ رکھتے تھے لیکن آپس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے صوفی نام ہی سے پکارتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی روزمرہ کی زندگی میں بہت سی ایسی باتیں بھی آ گئی تھیں جن کا رنگ اسلامی اقدار کے قریب تر ہوتا تھا۔ مثلاً وہ شراب پینا اور سور کا گوشت کھانا چھوڑ دیتے تھے۔

ہالینڈ میں قیام کے دوران بہت سے ڈچ صوفیوں کے ساتھ میرے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے تھے۔ ان میں سے چند حضرات بڑے پڑھے لکھے، عالم فاضل تھے۔ اور مسلمان بزرگانِ دین عموماً اور پاکستان و بھارت کے بزرگوں میں خصوصاً دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ کئی کئی بار اجمیر شریف، دہلی، کلیر شریف، لاہور اور دیگر مقامات پر بزرگانِ سلف کے مزارات پر حاضری دے چکے تھے۔ اتفاقاً ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ نور پور شاہاں میں حضرت بری امام کے مزار پر بھی ہو آئے ہیں۔ بری امام رح کے حالات کی تحقیق کرنے کا انہیں خاص شوق تھا۔ آپ کا، انہوں نے برسبیلِ تذکرہ مجھے بتایا کہ لائیڈن یونیورسٹی میں کسی جگہ ان کی نظر سے حضرت شاہ لطیف رح کا اس قسم کا ملفوظ گزرا ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ مقام اگرچہ اس وقت جنگل اور ویرانہ ہے، لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب یہاں ایک نہایت بارونق سلطنت قائم ہو گی۔ اسلام آباد نور پور شاہاں کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس وجہ سے مجھے حضرت امام صاحب کی یہ پیشگوئی انتہائی اہم محسوس ہوئی۔

لائیڈن ہالینڈ کا ایک اہم شہر ہے۔ وہاں کی یونیورسٹی میں مشرقی علوم کا عموماً اور اسلامی علوم کا خصوصاً نہایت عظیم الشان خزانہ ہے۔ میں نے مندرجہ بالا پیشگوئی کے راوی کے پیچھے پڑ کر نہایت تگ و دو کی کہ کسی طرح مجھے اس حوالے کا نشان مل جائے جس کا انہوں نے یونیورسٹی کے بارے میں ذکر کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ اس میں کامیابی نہ ہوئی اور میں یونیورسٹی کے کتب خانے سے اس روایت کی سند حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

خدا کرے کوئی صاحبِ دل جوان جو ولندیزی، جرمن اور ملکی زبانوں پر عبور حاصل ہو کبھی لائیڈن یونیورسٹی میں جا کر تحقیق کا بیڑا اٹھائے، اور اس مخصوص روایت کے علاوہ وہاں سے اسلامی تاریخ کے اور بہت سے لاتعداد تاریخی حقائق و شواہد بھی برآمد کر کے لائے۔ آمین۔

قدرت اللہ شہاب

اسلام آباد۔

۳۰ مارچ ۱۹۸۵ء

Scanned with CamScanner

تقریظ

حضرت شاہ لطیف بریؒ پر اب تک تقریباً ایک درجن کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن ان میں صرف پروفیسر منظور الحق صدیقی کی کتاب "شاہ لطیف بریؒ" کے علاوہ باقی تمام کتابیں سطحی اطلاعات فراہم کرتی ہیں جنہیں لکھنے والوں نے صرف عقیدت کے طور پر پیش کر دیا ہے لیکن کسی قسم کی تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیا۔ اِس لئے پوٹھوار کے اس مردِ قلندر پر معلومات فراہم کرنا وقت کی ضرورت بھی تھا اور اِس کی گنجائش بھی تھی۔

زیرِ غور کتاب "انوارِ لطیف" اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اِس لحاظ سے اچھوتی، منفرد اور ممتاز ہے کہ اِس کی تحریر بہت سادہ عام فہم اور غیر مبہم ہے۔ اِس کے اندر جو مواد فراہم کیا گیا ہے اس کیلئے مؤلف نے مستند حوالوں اور بنیادی ماخذوں سے رجوع کیا ہے چنانچہ اِس ضمن میں بہت سی مضطرب روایات جو شاہ لطیف بریؒ ان کے پیر و مرشد اور خلفاء کے بارے میں مشہور ہیں انہیں مستند حوالوں سے رد کر کے صحیح معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ تصوف کی کتابوں اور صوفیاء کے حالات میں کشف و کرامات پر زور دیا جاتا ہے۔ غالباً اِس کی ایک وجہ تو متصوفین

اور معتقدینِ تصوف کی امنگوں کی ترجمانی اور دوسرے تذکرہ نویسوں کی اپنی خواہش کہ وہ اپنے ممدوح کو زیادہ سے زیادہ مافوق الفطرت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ کشف و کرامات کے بغیر بھی صوفیائے کرام کی سادہ طبیعت اور ان کی تعلیمات اتنے بڑے کارنامے ہیں کہ وہ ان منسوب شدہ کرامات کے بغیر بھی عظیم ہیں۔

انوارِ لطیف کے مؤلف کو جو بات ایسے تمام تذکرہ نویسوں سے ممتاز قرار دیتی ہے کہ انہوں نے شاہ لطیف بریؒ کی تعلیمات پر زیادہ زور دیا اور کشف و کرامات پر بہت کم، نیز یہ کہ صرف ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے جن کے بارے میں ان کے پاس سند موجود ہے اور یہی ایک تحقیقی مقالے کی شان ہے۔

اس کتاب کی تدوین میں مؤلف نے مستند ذرائع کے علاوہ جہاں بھی، انہیں اپنے مطلب کا مواد فراہم ہو سکتا تھا یا کسی تحقیق طلب مسئلہ کے بارے میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ وہاں کے متعدد سفر کئے اور جب تک اپنی تشنگی نہ بجھائی اس مسئلہ پر حتمی بات کہنے سے گریز کیا۔

کتاب کو دلچسپ بنانے کے لئے اس کے آخری باب میں شاہ لطیف بریؒ کی شان میں مختلف علاقوں کے لوک گیت جمع کر دیئے ہیں۔ نیز معروف اُردو پنجابی، ہندکو اور سرائیکی شعراء نے امام بریؒ کے مناقب نظم کئے ہیں انہیں قلم بند کر دیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ اضافہ ہے۔

انوارِ لطیف کے مؤلف سید آل احمد رضوی ایک نوجوان ادیب ہیں جو

تقریباً چھ سات سال سے ملک کے مشہور اخبارات و رسائل میں مختلف موضوعات پر لکھتے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح ایک مختصر عرصہ میں جہاں انہوں نے ادبی دنیا میں اپنے لئے ایک مقام پیدا کر لیا ہے اور قارئین کا ایک حلقہ قائم کر لیا ہے۔ کتابی شکل میں ان کی یہ پہلی کاوش ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین ان کی دوسری نگارشات کی طرح اس کتاب کو بھی شرفِ پذیرائی بخشیں گے۔ اس کے علاوہ تصوف اور مذہبی علوم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور سید آل احمد رضوی کی اس کاوش کو یقیناً سراہیں گے۔

ڈاکٹر سیّد مطلوب حسین

ایم اے (پی۔ایچ۔ڈی) راولپنڈی

۱۰ مئی ۱۹۸۰ء

○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Grams "LABOUR"
Tele : Phone : 24909
24264

MINISTER FOR LABOUR, MANPOWER
AND OVERSEAS PAKISTANIS
GOVERNMENT OF PAKISTAN
ISLAMABAD

پیغام

سید آل احمد رضوی کی تالیف کردہ کتاب " انوار لطیف " کو جستہ جستہ پڑھنے کا موقع ملا اور یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ انوار لطیف حضرت شاہ لطیف الموسوم بری امام کی سوانح حیات اور ان کے کمالات سے متعلق تصنیف ہے۔

سید آل احمد رضوی ایک پر جوش اور نیک طینت ادیب ہیں ان کا شمار نئی نسل کے اہل قلم میں ہوتا ہے اور ان کی تحریریں ملک کے قابل ذکر اخبارات و جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ سید آل احمد رضوی گو نوجوان ہیں مگر انہوں نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور بزرگان دین کی تعلیمات کو عام کرنے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دی ہیں۔ جو یقیناً ایک مثبت روش ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں اولیاء کرام اور بزرگان دین نے اہم ترین اور فیصلہ کن کردار انجام دیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی روشنی اس علاقے میں انہی بزرگوں کی تعلیمات ہی کے نتیجہ میں عام ہوئی ہے۔ حضرت امام بری کا شمار بھی انہی بزرگان دین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے ذاتی کردار سے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی توحید اور سرکار دو عالم صلی اللہ و علیہ وسلم کا عشق جاگزیں کیا۔

یوں تو حضرت امام بری پر کم و بیش ایک درجن کتابیں لکھی جا چکی ہیں تاہم حضرت امام بری ایسی ہمہ صفت شخصیت کا احاطہ کرنے کے لئے سخت جستجو اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ سید آل احمد رضوی نے خاصی حد تک اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انوار لطیف میں مصنف نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کی بجائے حتی المقدور مصدقہ اور تحقیق شدہ مواد کو جمع کیا جائے اور اس سلسلے میں وہ خاصے کامیاب نظر آتے ہیں میرے نزدیک " انوار لطیف " حضرت امام بری پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنے پیارے حبیب مکرم کے طفیل مصنف کو مزید تحقیق و جستجو کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حنیف طیب

(حاجی حنیف طیب)
وفاقی وزیر محنت و افرادی قوت
۱۶ / اکتوبر ۸۵ء

Scanned with CamScanner

Minister for Religious Affairs &
Minorities Affairs
GOVERNMENT OF PAKISTAN

Islamabad, the.....۵...۱۱.....19۸۵.

سید آل احمد رضوی کا شمار ان نوجوان لکھاریوں میں ہوتا ہے ۔ جو تحقیقی عرق ریزی اور تخلیقی صلاحیتوں کے حوالے سے خود کو منوانا جانتے ہیں ۔ ان کی تازہ تصنیف انوار لطیف (تذکرہ شاہ لطیف بری) ان کے شوق ، جذبے اور لگن کا ایک اور ثبوت ہے ۔ یہ اہل بصیرت و تصوف کے لئے گنج گرانمایہ اور مشعل راہ ہے ۔

سید آل احمد رضوی نے قدوۃ السالکین ، زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین حضرت شاہ لطیف المعروف امام بری پر کتاب لکھ کر ان کے پیغام کو آج کی اور آئندہ آنے والی نسلوں کو منتقل کیا ہے ۔ امام بری کی بصیرت افروز تعلیمات ہمارا گراں قدر روحانی اثاثہ ہیں ۔ آپ کی دینی اور نظریاتی خدمات ملی سرمایہ اور آپ کا کردار و عمل مشعل راہ ہدایت ہے ۔

میں نے انوار لطیف کا مطالعہ کیا ہے ۔ یہ امام بری پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اور سید آل احمد رضوی کی اولیاء اللہ ، بزرگان دین سے عقیدت اور محبت کا ایک حسین مرقع ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو مزید تحقیق و جستجو کی توفیق دے اور یہ کتاب مقبول عام ہو ۔

این دعا از من و جملہ جہاں امین باد ۔

مقبول احمد خان

(مقبول احمد خان)
وزیر مملکت برائے مذہبی امور

Scanned with CamScanner

عرضِ حال

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج و اشاعت زیادہ تر اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کی مرہونِ منت ہے۔ دورِ اول سے لے کر آج تک جتنے بھی صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ آئے سب کے سب خالص توحیدِ ربانی اور اتباعِ سنت نبویؐ پر کاربند رہے اولیاء کرام نے انتہائی ناساعد اور پُرآشوب حالات میں لوگوں کو حق شناسی اور حق پرستی کی دعوت دی۔ انہوں نے باطل کدہ ہند میں اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مشن کی تکمیل کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ظلمت کدے کو علم و عرفان کی روشنی سے بقعۂ نور بنا دیا۔ صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ جہاں بھی گئے اسلام کی شمع سے اس علاقے کو منور اور تاباں کر دیا۔ وہ سیاسی ہنگاموں، ملکی انقلابات اور معاشی نشیب و فراز سے بلند تر رہ کر اللہ ہی کا نام بلند کرتے رہے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو شرفِ آدمیت اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ ور کرتے رہے۔

بزرگانِ دین کے مزارات آج بھی مرجعِ خلائق ہیں لوگ ان کی ارواح سے کسبِ فیض کرتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ جب تک اس عالم میں رہے لوگوں کو فیض کے چشموں سے سیراب کرتے رہے لوگ ان کے حُسنِ اخلاق اور کشف و کرامات سے اسلام کے قریب آتے رہے۔ مرنے کے بعد بھی ان

کے فیض کے سوتے بدستور لوگوں کی رُوحوں کو سیراب کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

یہ لوگ بوریہ نشین ہوتے ہوئے بھی شاہانِ زمانہ اور حاکمانِ وقت کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ جب چند بڑے حکمرانوں نے اپنے اپنے دور میں دین اسلام کو نفسانی خواہشات کے تابع کرنا چاہا تو کسی نہ کسی برگزیدہ ہستی نے لوگوں کو روشنی اور ہدایت بہم پہنچائی۔ ہوائے نفس سے پیدا ہونے والی برائیوں کے خلاف جہاد کیا۔ اس دوران انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں، دکھ جھیلے تکلیفیں برداشت کیں۔ لیکن ان جابر حکمرانوں سے ٹکر لی اور خلافِ دین رسوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی خاطر شبانہ روز کام کیا اور پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ یہی حاکمِ وقت ان کے آستانوں پر حاضر ہوئے۔ اپنی غلط روش اور بے راہ رویوں سے ان اولیاء اللہ ہی کی رہنمائی اور ہدایت کے طالب و محتاج ہوئے

؎ خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

مشہور صوفی بزرگ شاہ لطیف المعروف امام بری رح کا شمار بھی انہی اکابرِ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی معاشرت اور دینی حمیت کو قائم رکھنے کے لئے حالات کی شدید ناہمواری کے باوجود شب و روز رضائے باری تعالےٰ کے لئے کام کیا۔ نور پور شاہاں کی بستی آپ کے وجودِ مسعود سے سعادت آثار ہو گئی۔ جہالت کی سیاہیاں چھٹ گئیں اور "چور پور" "نور پور" کہلانے لگا۔

شاہ بری کا مزارِ اقدس صدیوں سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ملک

Scanned with CamScanner

کے گوشے گوشے سے ہزاروں عقیدت مند آپ کے مزارِ مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ حضرت کے فیضان کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔ آپ کے مزارِ پُرانوار پر حصول سعادت و فیضان کے لئے عالم، فاضل، صوفی، مُلّا، فقیر، درویش، مست مجذوب دنیادار، دیندار، بچے، جوان، بوڑھے، مرد و زن غرض ہر شعبۂ حیات سے متعلق افراد حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی عقیدت و ارادت کے مطابق کسبِ نور کرتے ہیں۔

○

Scanned with CamScanner

دربارِ شہنشہی سے خوشتر
مردانِ خُدا کا آستانہ
(اقبالؒ)

Scanned with CamScanner

شاہ لطیف برّیؒ کی نگری

سرزمین پوٹھوار میں پاکستان کے صدر مقام اسلام آباد سے تقریباً تین میل دور شمال کی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں جو خوبصورت پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے جسے کسی زمانہ میں گھکھڑوں نے آباد کیا تھا۔ یہ چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے "چورپور" کے نام سے موسوم تھا۔ اس زمانے میں کشمیر جانے والے قافلوں کو یہاں کے راہزن لوٹ لیا کرتے تھے لیکن شاہ لطیف بریؒ کی آمد اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے تمام علاقہ منور اور تاباں ہو گیا تو "چورپور" نور پور شاہاں کے نام سے مشہور ہوا۔ اسلام آباد کی تعمیر سے قبل یہ گاؤں راولپنڈی کے تھانہ بارہ کہو سے منسلک تھا۔ اس کے شمال کی جانب شرقاً غرباً پھیلا ہوا ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے جو اسے ہزارہ ڈویژن سے جدا کرتا ہے۔ مغرب میں "رتہ ہوتہ" اور اس سے ذرا آگے جائیں تو سید پور کا خوبصورت گاؤں ہے۔ جنوب میں موضع کٹاریاں جہاں کسی زمانہ میں ہوٹل شہزاد ہوا کرتا تھا لیکن اب یہاں وزارت خارجہ حکومت پاکستان کا دفتر ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر راول ڈیم واقع ہے۔ مشرق میں موضع نڑل اور قائد اعظم یونیورسٹی (اسلام آباد) ہے نور پور شاہاں جہاں شاہ لطیف بریؒ کا مزار اقدس ہے "بری کی نگری" بھی کہلاتا ہے۔

بریؒ کی نگری راولپنڈی اور اسلام آباد کے ساتھ ایک پختہ سڑک کے ساتھ منسلک ہے ۔ آپ کا مزار مبارک وسیع و عریض جگہ پر ہے مزار مبارک کے مشرق کی جانب تین کمرے ہیں ۔ ایک میں منیجر اوقاف کا دفتر اور دوسرے دو میں سامان وغیرہ رکھا جاتا ہے ۔ محکمہ اوقاف کی طرف سے اب لنگر تقسیم کرنے کے لئے ایک علیحدہ جگہ بنائی گئی ہے ۔

شاہ لطیف بریؒ کے مزار اقدس کے مغربی جانب آپ کے محبوب خلیفہ حضرت سخی شاہ حسینؒ کا مزار مبارک ہے اور ساتھ ہی دوسرے خلیفہ مٹھہ شاہ قادریؒ کی آرام گاہ ہے ۔ دوسری طرف پل کے اوپر سائیں نانگا ہلی والا کا مزار ہے ۔ جنوب مشرق کی جانب محلہ نوری باغ کے قریب ایک بزرگ سید جمن شاہ محو خواب ہیں ۔ یہاں سے کچھ ہی دور بازار کے پیچھے حضرت امام بریؒ کے ایک اور خلیفہ شاہ دونگ کا مزار ہے ۔

مزار امام بریؒ سے مغرب کی طرف کچھ فاصلے پر شاہ لطیف بریؒ کے پیر و مرشد حضرت سخی حیات المیر زندہ پیر کی بیٹھک ہے ۔ جو ایک گنبد نما شکل میں تعمیر کی گئی ہے ۔ روایت ہے کہ یہیں ایک پتھر پر حضرت امام بریؒ نے حیات المیر زندہ پیر سے فیض حاصل کیا ۔

بس سٹینڈ سے مزار امام بری تک دونوں جانب کچھ عرصہ پہلے تک چھوٹی چھوٹی دکانوں کا ایک سلسلہ تھا جو پر رونق بازار کا منظر پیش کرتا تھا ۔ توسیعی منصوبے کے تحت مزار کے قریب کی دکانوں کو منہدم کر دیا گیا ہے ۔ اب بس سٹینڈ کے ساتھ ایک پلاٹ پر دکانیں تعمیر کی گئی ہیں ۔

بریؒ کی نگری میں پانچ محلے ہیں جن میں نوری باغ ، ڈھکی ، حویلی

---

[1] توسیعی منصوبے کے تحت انکو مسمار کر دیا گیا ہے ۔ اب ان کیلئے علیحدہ جگہ بنائی گئی ہے ۔

Scanned with CamScanner

سائمی اور کما لپور ہیں ۔ یہاں پر ویسے تو ہر قوم آباد ہے لیکن اکثریت ٹھوڈ، کرڑال اور راجپوتوں کی ہے ۔ سادات کے بھی کئی گھر ہیں ۔ یہ بستی تقریباً ایک ہزار مکانات پر مشتمل ہے ۔ اس کے مکین ملنسار، خوش مزاج اور مہمان نواز ہیں ۔ یہاں پانچ چھ مساجد، ایک امام بارگاہ ایک اسلامی درسگاہ، مڈل سکول اور دواخانہ بھی ہے ۔

بری کی نگری میں ایک جگہ علی تخت کے نام سے موسوم ہے جوکہ بازار نور پور سے متصل شمال کی جانب واقع ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہاں پر شاہ لطیف بری نماز کی ادائیگی کے علاوہ آرام فرمایا کرتے تھے مزار امام بری کے بالمقابل نوری باغ کے قریب بلند مقام پر ایک چھوٹا سا پختہ گنبد والا مکان ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہندو سادھو برجی رام دفن ہے جو شاہ لطیف بری کا معتقد تھا ۔ بری کی نگری میں ایک بزرگ صوفی شاہد علی صاحب صدیقی شاہی چشتی نظامی کا مزار مبارک ہے جن کا سالانہ عرس ۶ ، ۷ اپریل کو بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے ۔

بری کی نگری میں ایک سرائے نواب میر عثمان علی خاں والئ حیدرآباد دکن نے ۱۹۱۴ء میں تعمیر کروائی تھی ۔ اس کے صدر دروازے پر ایک سنگ مرمر کا کتبہ لگا ہوا ہے جس پر یہ الفاظ کندہ ہیں ۔

تعمیر ایں سرائے پُرفضا از عطیہ شاہانہ، حضور پُر نور سپہ سالار، رستم دوراں، ارسطوئے زماں، مظفر الملک والممالک آصف جاہ میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ باہتمام سائیں رحیم بخش گلیم پوش در ۱۹۱۴ء بمطابق ۱۳۳۲ھ سرانجام یافت ۔

یہ سرائے آج کل سکول میں تبدیل ہو چکی ہے۔ بری کی اس نگری کے عجیب و غریب مناظر ہیں۔ آپ کے دربار عالیہ میں جہاں ضرورت مندوں، عقیدت کیشوں اور صاحبانِ ارادت کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے تو دوسری طرف برہنہ جسم ملنگ بدن اور سر پر راکھ ڈالے، سر پر لٹ، ہاتھ میں ڈنڈا یا خالی ہاتھ بری، بری، دم رکھ، سخی حسین پاک دا غم رکھ، بری شہنشاہ وارث لج پال شرم دکھ، اسی قسم کے اور کئی نعرے لگاتے ہوئے ملیں گے خاص طور پر مغرب کے وقت یہاں عجیب سماں ہوتا ہے، ایک طرف تو زائرین نماز کی ادائیگی میں مصروف ہوتے ہیں تو دوسری طرف یہ ملنگ سنکھ بجاتے اور نعرہ زنی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ڈھول کی تھاپ پر دھمال ڈالتے بھی نظر آتے ہیں۔ جہاں لنگر تقسیم ہوتا دیکھتے ہیں تو وہاں دیوانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں لنگر کھا کر پھر بری بری کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ شاہ لطیف بری رح کی تعلیمات کے منافی ہے یہاں جا بجا قرآن خوانی، نوافل، صلوٰۃ و سلام، درود و اوراد، نعت خوانی، منقبت خوانی اور سماع کی روحانی، نورانی اور پر کیف محافل بھی منعقد ہوتی ہیں۔ بری کی نگری سے ہر شخص اپنی عقیدت و ارادت کے مطابق مراد کے پھولوں سے دامن بھر کر لوٹتا ہے۔

حضرت شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ

حسب ونسب آپ کا اسم گرامی شاہ لطیفؒ والد محترم کا نام شاہ محمودؒ اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی غلام فاطمہ تھا۔ آپ کی ولادت با سعادت شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت ۱۰۲۶ھ بمطابق ۱۶۱۷ء تحصیل چکوال ضلع جہلم کے ایک موضع چولیا کرسال میں ہوئی۔

شاہ لطیفؒ کی ایک بہن اور دو بھائی بھی تھے۔ ایک بھائی کا نام درویش شاہ اور دوسرے کا نام چھوٹا شاہ تھا ان تینوں بہن بھائیوں سے آپ بڑے تھے۔ آپ کاظمی مشہدی، حسینی سادات میں سے تھے۔ طریقت کے لحاظ سے آپ باتفاق قادری ہیں۔ سیف الملوک کے مصنف حضرت میاں محمد بخشؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تذکرہ مقیمی" (فارسی) میں قطب الاقطاب کے لقب سے آپ کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ شاہ لطیفؒ اور پیرے شاہ غازی کھڑی شریف آزاد کشمیر والے دونوں پیر بھائی ہیں۔ آپؒ نے فیض باطنی و روحانی حضرت سیّد امیر بالا پیر حجرہ شاہ مقیم اور جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر سے فرمایا۔ روایت ہے کہ شاہ لطیف بریؒ نے شیخ نصیر الدینؒ[1] قریشی ملتان سے بھی فیض پایا۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء صـ۱۲۲ از مفتی غلام سرور لاہوری

Scanned with CamScanner

شجرۂ نسب

آپ کا سلسلہ نسب بتیس واسطوں سے جناب علیؓ شیرِ خدا تک پہنچتا ہے اور آپ سے لے کر حضرت امام موسیٰ کاظم رحؒ تک ستائیس واسطے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے:۔

۱۔ حضرت شاہ لطیف رحؒ
۲۔ حضرت شاہ محمود رحؒ
۳۔ حضرت شاہ حامد رحؒ
۴۔ حضرت شاہ بودلہ رحؒ
۵۔ حضرت شاہ سکندر رحؒ
۶۔ حضرت شاہ عباس رحؒ
۷۔ حضرت شاہ عبد الغنی رحؒ
۸۔ حضرت شاہ حسین رحؒ
۹۔ حضرت شاہ آدم رحؒ
۱۰۔ حضرت شاہ علی شیر رحؒ المعروف ابراہیم
۱۱۔ حضرت شاہ عبد الکریم رحؒ
۱۲۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین رحؒ
۱۳۔ حضرت شاہ محمد ولی رحؒ (آپ کو ولی الدین بھی کہا جاتا تھا)
۱۴۔ حضرت شاہ محمد ثانی الغازی رحؒ
۱۵۔ حضرت شاہ رضا دین رحؒ (آپ کو رضاء الدین اور ریاض الدین بھی کہتے تھے)
۱۶۔ حضرت شاہ صدر الدین رحؒ (آپ سید وہاب بھی کہلائے)
۱۷۔ حضرت سلطان محمد احمد سابق رحؒ
۱۸۔ حضرت سلطان عبد القاسم حسین المشہدی رحؒ (ابو قاسم اور سید حسین سلطان مشہدی بھی کہلائے)

۱۹۔ حضرت علی الامیر پیر بریریاں رحؒ (آپ سید مشہدی بھی کہلائے)

۲۰۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحؒ (آپ رئیس الزماں اور بلبل شاہ بھی کہلائے)

۲۱۔ حضرت شاہ اسحاق ثانی رحؒ

۲۲۔ حضرت شاہ موسیٰ رحؒ (آپ ابوالحسن زاہد بھی کہلائے)

۲۳۔ حضرت شاہ محمد عالم رحؒ

۲۴۔ حضرت شاہ قاسم عبداللہ رحؒ

۲۵۔ حضرت شاہ محمد اول رحؒ

۲۶۔ حضرت شاہ اسحٰق الموافق رحؒ

۲۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم عؑ

۲۸۔ حضرت امام جعفر صادق عؑ

۲۹۔ حضرت امام باقر عؑ

۳۰۔ حضرت امام زین العابدین عؑ (بیمار کربلا)

۳۱۔ حضرت امام عالی مقام حسین عؑ (سید الشہدا)

۳۲۔ حضرت علی مرتضیٰ (شیر خدا)

نام پر اختلاف

بعض تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ کا نام شاہ لطیف ہے جبکہ کچھ نے آپ کا نام شاہ عبداللطیف لکھا۔ برطانوی عہدِ حکومت کے تمام سرکاری ریکارڈ، مال گذاری کی مثلوں، بندوبست اور مردم شماری کی رپورٹوں، ضلع راولپنڈی کے مختلف گزٹ اور کئی مطبوعات میں آپ کا نام لطیف لکھا ہے۔ آپ کے ہم عصروں سید حسن پشاوری قادری اور شاہ محمد غوث لاہوری نے آپ کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں نے اکہرا نام لطیف لکھا ہے۔

حضرت سید حسن پشاوری قادری نے ۱۱۰۰ھ میں آپ سے ملاقات کی جس کا ذکر حضرت غلام شاہ قادری متوفی ۱۱۹۴ھ نے اپنے پردادا حضرت سید حسن پشاوری کے الفاظ میں یوں کیا۔

جب میں علاقہ پوٹھوہار میں پہنچا، شاہ لطیف مجذوب کو دیکھا، بڑے عابد و زاہد، گوشہ نشین مست و مجذوب بزرگ ہیں۔ بہت صاحب نظر ہیں۔ مجھ سے بہت اچھی طرح ملے مصافحہ دور و نزدیک کر رخصت ہوا۔

حضرت شاہ محمد غوث لاہوری جو سید حسن شاہ قادری پشاوری کے جلیل القدر فرزند تھے نے آپ سے ۱۱۱۶ھ بمطابق ۱۷۰۴ء میں ملاقات کی لکھتے ہیں۔

پھر راولپنڈی میں شاہ لطیف مجذوب کے پاس گیا۔ یہ صاحب کشف و جذب ہیں۔

سکھ دورِ تسلط کی ایک تحریر جو منشی شہامت علی کی ہے اس میں بھی آپ کا نام "لطیفؒ" لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء اور "بری امام بریؒ" کے اولین سوانح نگار غلام حسین شاہ بخاری نے بھی آپ کا نام "لطیف" لکھا ہے۔

صرف چند تحریریں ایسی ملتی ہیں جن میں آپ کا نام شاہ عبداللطیفؒ لکھا ہے۔ ان میں تذکرہ غوثیہ ۱۲۰۱ھ از گل حسن شاہ اور دفتر حقیقت ۱۳۰۲ھ از حافظ امداد حسین شامل ہیں۔ یہ کتابیں شاہ لطیفؒ بری کی وفات کے پونے دوسو سال بعد کی ہیں۔

سید قاسم شاہ صاحب نے بھی اپنی کتاب "حیات بری" کے سرورق اور کتاب میں شاہ عبداللطیفؒ لکھا ہے۔ امام بریؒ کے مزار مبارک کے صدر دروازہ پر سنگ مرمر پہ آپ کا نام یوں کندہ ہے:-

سید عبداللطیف المقلب بری امام اعلی اللّٰہ مقامہٗ

سرکاری ریکارڈ میں پہلی مرتبہ ویسٹ پاکستان گورنمنٹ گزٹ نوٹیفکیشن مجریہ ۶ر جولائی ۱۹۶۰ء میں آپ کا نام شاہ عبداللطیف بریؒ شائع ہوا۔

ایک کتاب رسالہ کمالاتِ لطیفؒ جو غلام حسین شاہ بخاری کے فارسی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کے متن میں ہر جگہ آپؒ کا نام صرف لطیفؒ ہی لکھا ہے۔ صرف سرورق پر ایک جگہ مترجم نے اپنی طرف سے عبداللطیف لکھا ہے۔

پروفیسر منظور الحق صدیقی صاحب نے امام بری کی سوانح پر مشتمل کتاب کا نام شاہ لطیف بریؒ لکھا۔

امام بریؒ کا نام صرف لطیفؒ ہی ہے۔ آپ کے سلسلۂ نسب میں کئی پشتوں کے نام اکہرے ہی ہیں جیسے محمودؒ۔ حامدؒ۔ بودلہؒ سکندرؒ اور عباسؒ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ آپ کا نام بھی لطیفؒ ہوگا۔

آپ کے ہم عصروں اور اولین سوانح نگاروں کے مطابق آپ کا نام لطیفؒ ہی ہے

وزارت مذہبی امور کے شعبۂ اوقاف نے مئی ۱۹۷۸ء میں ایک کتابچہ امام بری کے نام سے شائع کیا۔ اگرچہ اس کے سرورق پر آپ کا نام عبداللطیف لکھا ہے لیکن کتابچے کے اندر نام و نسب لکھتے وقت آپ کا نام لطیف ہی لکھا۔

Scanned with CamScanner

بچپن

حضرت شاہ لطیفؒ کا بچپن عام بچوں سے ذرا مختلف تھا۔

ایام ریاضت ہی میں آپ کی جبین ضو فشاں سے قطبیت و ولایت کے آثار و انوار درخشاں و نمایاں تھے۔ کھیل کود کی بجائے آپ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ ابھی آپ کمسن ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد موضع کرسال سے بعض وجوہات کی بنا پر ہجرت کر کے اسلام آباد جس کا پرانا نام باغ کلاں تھا، آ گئے۔ چھوٹی عمر میں شاہ لطیفؒ نے گلہ بانی کو اختیار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن حسبِ معمول آپ مویشی چرانے گئے مویشیوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور عبادت میں اس قدر محو ہوئے کہ یہ مویشی قریب ہی ایک ہندو زمیندار کے کھیت میں جا گھسے اور کھیت چر گئے۔ کسان نے اپنے کھیتوں کی تباہی دیکھی تو شاہ لطیفؒ کے والد حضرت شاہ محمودؒ سے شکایت کی آپ اُس زمیندار کے ہمراہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شاہ لطیفؒ ایک درخت کے سائے میں سوئے ہوئے ہیں۔ شاہ محمودؒ نے آپ کو ایک ضرب لگائی جس سے شاہ لطیفؒ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا۔

پدرگرامی! مجھے کیوں جگایا میں تو جنت میں باغات کی سیر کر رہا تھا۔

شاہ محمودؒ نے زمیندار کی شکایت کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اسکے کھیت میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔"

یہ سنتے ہی شاہ محمودؒ، شاہ لطیفؒ اور زمیندار کو لے کر کھیت میں

جا پہنچے۔ دیکھا تو کوئی نقصان نظر نہ آیا۔ بلکہ فصل پہلے سے بھی زیادہ سرسبز و شاداب تھی۔ زمیندار یہ دیکھکر حیران و ششدر رہ گیا اور گریہ وزاری شروع کردی اور امام بریؒ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ بعد میں یہ زمیندار اپنے خاندان کے درجنوں افراد سمیت مسلمان ہو گیا۔

خدا کے خاص بندے ہیں الا اِنَّ کی تفسیریں
کہ جن کے اک اشارے سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Scanned with CamScanner

عبادت وریاضت

شاہ لطیف بریؒ انتہائی عبادت گزار روحانی بزرگ تھے۔آپ زیادہ تر ویران جنگلوں میں جاکر باری تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔عبادت کا یہ طریقہ تھا کہ عالمِ تفکر میں کھڑے رہتے ۔ جب آپ کے علم وفضل کا چرچا چاروں طرف ہونے لگا اور لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں آنا شروع ہوئے تو آپ نے جنگلوں اور پہاڑ کے غاروں میں جاکر عبادت کرنا شروع کردی۔آپ عبادت کے لئے کوئی ایسا گوشہ تلاش کرلیا کرتے جہاں سے بہت کم افراد کا گزر ہوتا۔ بعد میں آپ نے عبادت وریاضت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا تو لوگ دور دراز مقامات سے آکر آپ کی پاکیزہ تعلیم اور وعظ وہدایت سے فیض حاصل کرنے لگے ۔

روایات کے مطابق اورنگ زیب عالمگیر بھی کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

سلسلہ طریقت :- آپکا شمار قادریہ سلسلہ کے بزرگوں میں ہوتا ہے۔ محدث اعظم حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ جنکا مزار اقدس عقب دہلی دروازہ لاہور میں واقع ہے اور ان کے جلیل القدر والد ماجد حضرت سید حسن شاہ قادری پشاوریؒ نے شاہ لطیف بریؒ سے ملاقات بھی کی۔ حضرت سید غوث علی قادری پانی پتیؒ شاہ لطیفؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔ بہرحال آپکا سلسلۂ طریقت پچیس ۲۵ واسطوں سے امام المشارق والمغارب جناب سیدنا علیؓ تک پہنچتا ہے جو یہ ہے ۔

حضرت شاہ لطیف بریؒ نے حضرت امیر بالا پیرؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حضرت امیر بالا پیرؒ نے حضرت شاہ محمد مقیمؒ کے ہاتھ پر۔ حضرت شاہ محمد مقیم حضرت سید ابو المعالیؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت سید ابوالمعالیؒ حضرت شاہ نور محمدؒ کے۔ حضرت شاہ نور محمدؒ کے امام طریقت حضرت بہاول شیر قلندرؒ تھے اور حضرت بہاول شیر قلندرؒ نے حضرت عبد الجلالؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ حضرت عبد الجلالؒ حضرت محمود شاہؒ کے خلیفہ تھے۔ اور حضرت محمود شاہؒ حضرت علاؤ الدینؒ کے ۔حضرت علاؤ الدینؒ نے خرقہ خلافت حضرت شمس الدینؒ سے حاصل کیا تھا اور حضرت شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شہاب الدینؒ سے حضرت شہاب الدینؒ حضرت احمد شاہ اولیؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت احمد شاہ اولی حضرت ابو صالحؒ کے۔ حضرت ابو صالحؒ حضرت عبد الرزاق گیلانیؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور حضرت عبد الرزاق گیلانیؒ قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر۔ حضرت ابوسعید مبارکؒ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے امام طریقت تھے اور ابوالحسن علی قریشیؒ حضرت ابوسعید مبارکؒ کے۔ حضرت ابوالحسن علیؒ کو خرقہ خلافت حضرت

ابوالفرح طرطوسیؒ نے عطا کیا تھا۔ حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ نے حضرت عبدالواحد یمنیؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت عبدالواحد یمنیؒ نے حضرت ابوبکر شبلیؒ کے دست مبارک پر حضرت ابوشبلیؒ کو خرقہ خلافت حضرت جنید بغدادیؒ نے عطا کیا تھا اور جنید بغدادیؒ کو حضرت خواجہ سری سقطیؒ نے عطا فرمایا اور حضرت خواجہ سری سقطیؒ کو حضرت خواجہ معروف کرخیؒ نے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے حضرت داؤد طائیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضرت داؤد طائیؒ حضرت حبیب عجمیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت حبیب عجمیؒ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے جنہیں روحانی خلافت ولایت پناہ حضرت علیؓ شیرِ خدا نے عطا فرمائی۔

○

سیّد جمال اللہ حیات المیر (زندہ پیر)

سید جمال اللہ حضرت سخی زندہ پیر (حیات المیر) سلطانِ طریقت، قطبِ ربانی، محبوب سبحانی، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پوتے ہیں اور حضرت پیر سید نصر کے بھائی ہیں۔

مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیا نے حضرت شاہ ابوالمعالی قادری کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ سیّد جمال اللہ حیات المیر شکل وصورت میں حضرت غوث الاعظمؒ کے مشابہ تھے اور انتہائی خوبصورت تھے۔ غوث پاک کو ان سے بے حد محبت تھی۔

غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے حیاتِ جاوداں کے لئے دُعا فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔ چنانچہ حضرت سیّد جمال المعروف حیات المیر اب تک حیات ہیں۔

صاحب مخازن، صفات الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حیات المیر سے کسی نے عمر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ لیجئے حضرت غوث اعظمؒ کبھی کبھی گود میں لے کر وفورِ محبت سے چمٹا لیتے تھے کہ ان کی ملاقات حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ہوگی اور فرماتے تھے کہ اُن سے میرا سلام کہنا۔

Scanned with CamScanner

مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ لاہور تشریف لائے اور میانی کے قبرستان کے احاطہ میں قیام فرمایا۔ اسی جگہ حضرت محکم الدین شاہ مقیم قادری حجروی بھی ان سے بیعت ہوئے نیز کئی لوگوں نے ان کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور بے شمار لوگوں نے ان سے فیوض و برکات حاصل کئے یہاں تک کہ لاہور میں آپ کا فیض عام ہو گیا۔

تحقیقاتِ چشتی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حیات المیرؒ کی ولادت ۵۲۲ھ بمطابق ۱۱۲۸ء میں ہوئی تھی۔ مصنف کتاب الاذکار الاخبار کے حوالہ سے مزید لکھتا ہے کہ حضرت غوث الاعظم نے وصال کے وقت ان کو بلایا اور فرمایا کہ تمہاری عمر دراز ہو گی اور تم حضرت عیسیٰؑ کو بچشمِ خود دیکھو گے جب یہ موقع آئے تو ان کو میرا سلام کہنا[۱]۔

حضرت جمال اللہ المعروف زندہ پیر کی بیٹھکیں افغانستان، کشمیر، پاک و ھند میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ مزار کہیں ثابت نہیں ہے۔ آپ ہی کو پیر بابا ولی قندھاری کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

منشی شہامت علی طالب علم دلی کالج جو ۴ مارچ ۱۹۳۸ء کو حسن آباد میں تھے اپنی کتاب "دی سکھس اینڈ دی افغانیز" میں لکھتے ہیں

روایت ہے جہانگیر کشمیر اور کابل کی آب و ہوا کو
بہت پسند کرتا تھا وہ حسن ابدال ہوتے ہوئے

۱۔ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم لاہوری ص۱۲۲

ان مقامات پہ کئی دفعہ گیا۔ یہاں ایک فقیر بھی
رہتے تھے جن کا نام حیات المیر تھا ان کا جہانگیر
بڑا ہی احترام کرتا تھا اس جگہ کے سایہ دار حسن
کے علاوہ اس فقیر کی موجودگی بھی شہنشاہ کو کئی کئی
دن قیام کرنے کی ترغیب دیتی تھی ۔[1]

کرامات شاہ لطیف بریؒ کے مصنف غلام حسین شاہ بخاری اپنے رسالہ میں حیات المیر زندہ پیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس وقت شاہ لطیف بری نے اپنا سر مرشد
کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت سخی حیات المیر نے قبول
اور منظور فرمایا۔ اس کے بعد سخی حیات المیر
زندہ پیر، چلا اور خدائے عزوجل کی وحدانیت
کے لئے حسن ابدال چلے گئے اور بڑے پہاڑ پر چلہ کشی
کی اور گرد و نواح میں چند ضربوں سے تیز پانی کے
چشمے بہا دیئے۔ آپ نے پتھر پہ ہاتھ مارا جو اس
میں پیوست ہو گیا۔ حیات المیر زندہ پیر کی کرامات
سب جگہ مشہور ہے آپ ہر صورت اور ہر رنگ میں
موجود ہیں۔ عارفان باللہ کے نزدیک موجود ہیں۔
خواجگان زندہ میں شمار ہوتے ہیں۔ دنیا میں

[1] سکھس اینڈ دی افغانیز ص ۷۰ (بحوالہ کتاب شاہ لطیف بریؒ)

خورد و کلاں کی نظروں سے غائب ہیں۔ عارفانِ
باللہ کے نزدیک موجود ہیں کیونکہ مخلوقات کی نظر
میں جو چیز بھی غائب و پوشیدہ ہو وہ مرحوم
ہے، عارفانِ باللہ کی نظر میں زندہ ہے۔

"ان اولیاء اللہ لا یموتون"

مندرجہ بالا روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ لطیف بری کے مرشد
حیات المیر تھے اور ان کا تعلق حسن ابدال سے بھی تھا۔ حیات المیر
(زندہ پیر) نے حسن ابدال کے بلند و بالا چٹیل پہاڑ کی چوٹی پر عبادت
ریاضت کی جہاں آپ کا حجرہ اعتکاف آج بھی موجود ہے۔ عقیدت مند
ہزاروں کی تعداد میں حاضری دیتے ہیں اور انوار و تجلیات سے مستفید ہوتے ہیں
تذکرہ مشائخ قادریہ میں بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت
شاہ لطیف بری نے حضرت حیات المیر جو حضرت غوث اعظم کے
پوتوں میں سے زندہ جاوید ہیں کے دستِ حق پر بیعت فرمائی [1]

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۱۲۹ - ۱۳۰

Scanned with CamScanner

حضرت سید محمد امیر بالا پیر حجروی

حضرت سید محمد امیر بالا پیرؒ کا شمار جلیل القدر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت شاہ محمد مقیمؒ تھے حجرہ شاہ مقیم انہی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف نے اپنی بلند پایہ تصنیف کا نام "تذکرہ مقیمی" انہی کی نسبت سے رکھا۔ اسی تذکرہ میں میاں صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ محمد مقیمؒ نے حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

مؤرخ لاہور جناب محمد کلیم اپنی کتاب تذکرہ مشائخ قادریہ میں لکھتے ہیں لاہور کے قبرستان میانی میں حضرت شاہ مقیم حجرویؒ نے حیات المیر زندہ پیرؒ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے[1]

حضرت شاہ محمد مقیمؒ کی رحلت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی اور ان کے بڑے فرزند حضرت سید سیف الرحمٰن سجادہ نشین ہوئے اُن کے وصال کے بعد ان کے دوسرے بھائی حضرت شاہ محمد امیر بالا پیرؒ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت میاں محمد بخش نے تذکرہ مقیمی میں حضرت شاہ محمد امیر

---

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ ۱۳۰

بالا پیر کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس سے اُن کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند اشعار پیش ہیں۔

سردار، سردارِ عالم بے نظیر
آنکہ کرسی، کرسی و عرشش سریر
تاج دارِ دین و دنیا آمدہ
افسرِ اقطاب پیرے دستگیر
صد چو جامی صد خسرو صد کمال
صد چو حافظ صد چو سعدی صد ظہیر
جملہ ابجد خواں بدرسِ عشق اُو
اہلِ عرفاں راست اُوستادِ کبیر

۵

سال ترحیلش دلا باید نوشت
عارفِ حق بود سید شاہ امیر
مظہرِ شانِ ہما شاہ محمد امیر
پیر پیغمبر نما شاہ محمد امیر
ماحی بدعا تہا شاہ محمد امیر
در دمے مشکل کشا شاہ محمد امیر

حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر ایک ولی کامل اور عارف ربانی

ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے عالم اور مبلغِ اسلام بھی تھے
آپ کی بزرگی اور علمی فضیلت و شخصی کمال کے اعتراف کی اس سے
بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ ان کے فیضانِ روحانی کا زندہ مظہر حضرت
شاہ لطیف بریؒ اور حضرت پیرے شاہ غازیؒ جیسی اعلیٰ و ارفع
ہستیاں ہیں جن کے آستانوں پر ہر روز ہزاروں زائرین حاضری دیتے
ہیں اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔

حضرت سید امیر بالا پیرؒ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ بمطابق ۱۶۹۰ء
کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس تحصیل
دیپالپور کے موضع حجرہ میں مرجع خلائق ہے۔ ہزاروں عقیدت مندان
سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

○

امام بری کی وجہ تسمیہ

آپ کے لقب "بری" کے بارے میں کئی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے برسوں ندی نیلاں میں کھڑے ہو کر عبادت و ریاضت کی اس لئے آپ کو "امام بحر" کے لقب سے پکارا جاتا تھا جو بعد ''امام بر'' یا ''بری'' ہو گیا۔

۱۸۸۱ء میں محمد شاہ مشہدی نے نسب نامہ شریف میں لقب بری کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ شب و روز ویرانوں میں عبادت کرتے رہے پہاڑوں پر جنگلوں میں اور دریاؤں میں ایک مدت گزاری جہاں آپ کی خوراک گھاس پات تھی یوں آپ خوراک سے بری تھے۔ اور بری نام سے معروف ہونے کی وجہ یہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

○

ولادصفی بگن بری لطیف آنرا جہاں گویہ ،، ولی والی ولایت وافقی سر زباں گوید
لطیف آں چناں بود مرد اولیاء ،، خدااش بہ پنجاب کرد اولیاء
علف خوردن آزاغذا بود خاص ،، ازاں بود از رنج دنیا خلاص
بویرانہ شب روز در بندگی ،، بسر کرد در بندگی زندگی
چہ گردد بسر کوہ و ہامون دشت ،، بعالم ازاں بری مشہور گشت

بعض تذکرہ نگاروں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں

میں سے ایک "بر" بھی ہے جس کا مطلب مہربان یا نیکو کار ہے۔ شاید اسی نسبت سے بری کہلاتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے شاہ لطیفؒ کو درویشوں اور زائرین کے اخراجات کے واسطے کئی گاؤں بطور جاگیر پیش کئے۔ جنہیں آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اورنگ زیب کے پر زور اصرار پر آپ نے فرمایا

فقیر صرف اللہ کا محتاج ہوتا ہے اگر آپ خدمت کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں اس علاقے کی زمینوں کا لگان ختم کر دیں۔

اورنگ زیب نے آپ کے ارشاد کے مطابق سرزمین پوٹھوار کو لگان اور مالیہ سے بری قرار دینے کا حکم نامہ لکھ دیا۔ چونکہ یہ رعایت آپؒ کی خواہش اور ارشاد پر تھی اس لئے لوگوں نے عقیدت مندی کے طور پر آپؒ کو "بری" کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ نیلاں بھوتو کے قریب ایک غار میں شاہ لطیفؒ چلہ کاٹنے چلے گئے اور جب آپ غار میں سلوک کی منزلیں طے کر رہے تھے تو آپکے مرشد حضرت سخی حیات المیر زندہ پیرؒ تشریف لائے اور غار کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دی اور باہر نکالا اور فرمایا "آج سے میں نے تمہیں اس بر زمین کیلئے اپنا نائب (امام) مقرر کیا" چنانچہ اس روز سے آپ" امام بری" مشہور ہو گئے۔

ابتک جو تحریریں محفوظ ہیں انمیں ۱۰۹۵ھ کی تحریر قدیم ترین ہے جس میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ "بری" لکھا ہے۔ آپ اب "بری" لقب سے ہی معروف ہیں۔

Scanned with CamScanner

نور پور آنے سے قبل

تبلیغ اسلام

حضرت شاہ لطیف بریؒ نے جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں میں سلوک کی منازل طے کیں اور پھر دین اسلام کی تبلیغ کے لئے دھیر کوٹ تشریف لے گئے جہاں آپ نے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کا درس دیا۔ آپ کے حسن اخلاق، جذب و کرامات اور شبانہ روز کی کوشش و کاوش کے باعث سینکڑوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

روایت ہے کہ یہاں دو قومیں آباد تھیں

قبائل کی ایک بڑی تعداد نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ دوسرے قبیلے نے آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ سے جنگ کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ آپؒ نے انہیں جنگ نہ کرنے کی تلقین کی لیکن وہ نہ مانے اور بستی قوم کے خلاف ایک لشکر جمع کر کے ان پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے تھے تو ایک بہت بڑی چٹان ان لوگوں پر گر پڑی جس کی وجہ سے سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔ اسی قبیلے کا ایک سردار پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا اور آپ سے خلافت و خلعت پائی۔

شاہ لطیف بریؒ نے تبلیغ دین متین کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مختلف پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا۔ آپ کی تبلیغ سے راجہ راول کے خاندان کے راجے، مزارعین برہمن اور سکھ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ خطہ پوٹھوہار سے ظلمت و کفر کی تاریکیاں چھٹنے لگیں۔ ہر طرف دین حق کا نور پھیل گیا۔

؎ وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گئے

شادی

شاہ لطیف بریؒ نے ہزارہ ڈویژن کے ایک گاؤں "راہی سیداں" (جو نور پور شاہاں سے سات آٹھ میل شمال میں واقع ہے۔) کے نور محمد کی دختر نیک اختر بی بی دامن خاتون سے شادی کی۔ شادی کے بعد آپ موضع کنگڑ میں منتقل ہوگئے۔ جہاں آپ کے مریدوں نے ایک مکان تعمیر کر کے دے دیا تھا۔ موضع کنگڑ میں نو، دس برس قیام کیا۔ آپ کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام مقبول خاتون تھا۔ یہ بچی سات سال کی عمر میں انتقال کر گئی۔ اسکے بعد آپ کی زوجہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ انہیں اسی مکان میں دفن کر دیا گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ تارک الدنیا[1] ہو کر مکمل طور پر یاد الٰہی میں محو ہو گئے۔ اکثر اللہ باقی من کل فانی کا ورد کرتے۔

نیلاں بھوتو میں چلہ کشی

حضرت امام بریؒ کی طبیعت موضع کنگڑ سے اکتا گئی آپ کو عشق الٰہی اور عشق رسول کی طلب ہوئی موضع نیلاں میں اہل یقین بڑی تعداد میں مقیم تھے چنانچہ آپ کنگڑ سے موضع نیلاں کے پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچے۔ کچھ عرصہ تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا بعد میں نیلاں بھوتوں کے کنارے ندی میں چلہ کش ہوتے۔

روایت ہے کہ آپ بارہ سال تک پانی میں ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ مچھلیاں آپ کے جسم کا گوشت نوچ نوچ کر کھا گئیں اور آپ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ ان دنوں آپ کی حالت مجذوبوں جیسی تھی۔ آپ کے مرشد حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر قادریؒ کو کشف ہوا کہ بری امام بے ہوش ہیں صبر و صبور کو کھو چکے ہیں فوراً نیلاں بھوتو پہنچے آپ کو چلے سے باہر آنیکا حکم دیا

---

[1] آپ کے پیر بھائی حضرت پیرے شاہ غازی کھڑی شریف آزاد کشمیر المعروف دمڑی والی سرکار بھی ہوئی کی رحلت کے بعد اس جہان رنگ و بو سے بیزار ہو گئے اور گوشہ تنہائی اختیار کر لی جنگلوں اور بیابانوں میں یاد الٰہی میں مصروف رہے جنگلوں، پہاڑوں اور بیابانوں میں ہُو ہُو کی صدائیں بلند فرماتے۔

اور ساتھ ہی ایک مرید سے کہا کھیر لاؤ آپ دونوں پیر و مرشد اور مرید نے اکھٹے مل کر یہ کھیر تناول فرمائی تب آپ کو صبر و سکون ملا اور ہوش میں آ گئے۔ رب العزت کے حضور سر بسجود ہو کر شکر بجا لائے۔ مرشد نے فرمایا! تیرے پروردگار نے تیری عبادت قبول کی اب حقوق العباد جاری کر۔

روایت ہے کہ آپ کا جسم پانی میں رہنے کی وجہ سے گل گیا تھا۔ اور آپ چلنے پھرنے سے قاصر تھے اس لئے ایک مرید آپکو اپنے گھر لے گیا جس کے پاس ستر (۷۰) بھینسیں تھیں۔ وہ روزآنہ ایک بھینس کا دودھ دُوھتا اور شاہ لطیفؒ کو پلاتا۔ خدا کی قدرت کہ وہ جس بھینس کا دودھ آپکو پلاتا وہ بیمار ہو کر مر جاتی۔ یہاں تک کہ تمام بھینسیں ایک ایک کر کے مر گئیں۔ مگر مرید نے اپنے مرشد شاہ لطیفؒ سے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ دوسرے دن جب شاہ لطیفؒ کو دودھ نہ ملا تو آپ نے مرید سے استفسار کیا۔ اس نے بھینسوں کے مرنے کا تمام حال سنا دیا اور کہا کہ حضور اب سوائے ایک بھینسے کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے مرید کو حکم دیا کہ بھینسے کو دوہ لو۔ بھینسا حکم خداوندی سے بھینس بن گیا۔ مرید نے حسب الحکم اس کا دودھ دوہا اور آپ کو پلایا۔ لیکن وہ بھی مر گیا۔ مرید پریشان حال امام بریؒ کی خدمت میں آیا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے مسکرا کر کہا: جس ندی میں آپ نے چلہ کشی کی تھی۔ اس کے کنارے پہنچکر ندی کی طرف پشت کر کے اپنی بھینسوں کو پکارو مگر خیال رکھنا کہ پلٹ کر نہ دیکھنا مرید حسب الحکم نیلاں بھو تو ندی کے کنارے پہنچا اور بھینسوں کے نام لیکر پکارنا شروع کیا جس بھینس کا وہ نام لیتا۔ وہ ندی سے نکل کر اس کے پاس آ جاتی اس طرح سب بھینسیں نکل آئیں تو اس نے بھینسے کا نام لے کر پکارا۔ بھینسا نکل ہی رہا تھا کہ مرید نے پلٹ کر دیکھا۔ جوں ہی اس کی نظر بھینسے پر پڑی وہ پتھر[۱] کا بن گیا۔

[۱] اس واقعہ کو گذرے سینکڑوں سال گذر چکے ہیں اسلئے اب اس پتھر کے بھینسے کا نشان نہیں ملتا۔

این مدرسہ نیست جائے آواز
از سینہ بسینہ میرسد راز

Scanned with CamScanner

نورپور آمد اور آپ کا فیض

حضرت شاہ لطیف امام بری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے نیلاں بھوتو سے اتر کر قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی جسے ان دنوں چورپور کہا جاتا تھا۔ میں قیام فرمایا اس علاقے کو معرفت کے نور سے منور کر کے نورپور بنا دیا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف جلیلہ سے یہاں کے لوگ آپ سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے تبلیغ دین متین کا سلسلہ جاری رکھا۔ اسلامی درسگاہ قائم کی جس میں دور دراز سے طلباء آکر دینی تعلیم حاصل کرتے۔ جن کی رہائش و لنگر کا مکمل انتظام تھا۔ آپ اپنے عقیدتمندوں کو نماز، روزہ اور نیکی کی نصیحت فرماتے آپ ہمیشہ نماز قائم کرنے پر زور دیتے۔

○

فقر اور شاہ لطیف بری رحمتہ اللہ علیہ

فقر اولیاء کا شعار ہے اور اصفیاء کا زیور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے انبیاء اولیاء، اتقیاء اور خواص کے لئے پسند فرمایا ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ

فقر میرا سرمایہ ہے۔

یہاں فقر سے مراد محتاجی نہیں ہے بلکہ دنیا سے بے پرواہی، عاجزی اور تواضع جو فقیروں کی خصلت ہے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ یہ جو فرمایا، الفقر فخری، تو اس سے فقر الی اللہ مراد ہے یعنی اللہ تعالےٰ کو اپنی حاجتیں پیش کرنا۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہر شئے کی ایک کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی حب المساکین ہے۔[2]

---

[1] لغات الحدیث (عربی۔ اردو) کتاب ف، ص ۹۳ از علامہ وحید الزمان

[2] تاریخ تصوف ص ۵۰۲

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔

فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنّت
میں داخل ہوں گے۔[1]

کتاب عوارف المعارف میں ہے کہ فقر کی تعریف کرتے ہوئے شیخ ابن الجلار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقر یہ ہے کہ تیرے لئے کچھ نہ ہو اور جو کچھ تیرے پاس ہو اس کو تو ایثار کردے اور تیرے پاس کچھ باقی نہ رہے
شیخ کتانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا صحیح طور پر محتاج بن جائے تو اللہ کی بدولت وہ غنی اور بے نیاز بن جاتا ہے (اس کو کوئی حاجت نہیں ہوتی) یہ دونوں ایسے روحانی حال میں کہ ایک تکملہ دوسرے کے بغیر نہیں ہوتا ۔
شیخ نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقراء کی تعریف یہ ہے کہ وہ تنگدستی اور مفلسی میں مطمئن رہتے ہیں اور جو کچھ میسّر آجاتا ہے تو ایثار کردیتے ہیں ۔
شیخ ابراہیم الخواص رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فقر شرف اور بزرگی کی چادر، مرسلین (علیہم السلام) کا لباس اور صالحین کے اوڑھنے کی چادر ہے۔
شیخ مسوحی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ فقیر وہ ہے جس کو نہ نعمتیں خوشحال کرسکیں اور نہ تکالیف اس کو محتاج و فقیر بنا سکیں ۔

[1] تاریخ تصوف ص ۵۰۲

شیخ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ درویش اللہ تعالےٰ کے سوا ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز رہے بلکہ اس کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کے لئے عالمِ اسباب کے تمام اسباب معدوم ہو جائیں۔ شیخ نصر بن الحمامی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ فقر منازلِ توحید کی پہلی منزل ہے[1]

غنیتہ الطالبینؒ میں ہے۔

جب فقیر اللہ کے سوا ہر چیز سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور ہر چیز کی وابستگی سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے تو وہ اس امر کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی کارسازی فرمائے اس کی رہنمائی کرے اور جب تک زندہ رہے دنیا میں بھی اس کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور مرنے کے بعد بھی اس پر مزید نوازشیں فرمائے۔ نئی نئی خلعتیں، نور، راحت، پاکیزہ زندگی اور اپنا قرب عطا فرمائے اور تمام چیزوں سے نوازے جو اس نے اپنے اولیاء اور درویشوں کے لئے تیار رکھی ہیں[2]

غوث الثقلین، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

> فقر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ قدر وکفافت
> پر قناعت کرے۔ کسی حال میں بھی قدر وکفافت
> سے تجاوز نہ کرے (قدر وکفایت سے

---

[1] عوارف المعارف ص ۶۵۸ - ۶۵۹

[2] غنیتہ الطالبین ص ۶۲۳

زیادہ مال نہ لے) اور بقدرِ کفانت مال

کا قبول کرنا بھی حکمِ خداوندی ہے۔

اللہ کے حکم کی تعمیل اور قتلِ نفس سے باز رہنے کے لئے اللہ کا ارشاد ہے۔

تم اپنی جانوں کو مت مارو خدا تم پر اپنی رحمت کرنے والا ہے پس اپنے نفس کو حق (جائز) کو روکنا حرام ہے اور نفس کا حق ہے کہ وقت بسر کرنے کے بقدر کھانا پینا تاکہ جسمانی قوّت قائم رہے اور بقدر ستر لباس پہننا کہ نماز کے ارکان و واجبات اور شرائط ادا ہو سکیں۔

غوث پاک کا یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیر کو چاہیئے کہ وہ اپنے فقر سے ایسی محبت کرے جیسے دولت مند اپنی دولت سے محبت کرتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی امر میں کوشاں رہتا ہے کہ اس کی دولت کو زوال نہ ہو اسی طرح فقیر کو چاہیئے کہ وہ ایسی ہی کوشش کرے کہ اس کے فقر کو زوال نہ ہو اور اللہ سے دُعا کرے کہ اس کا فقر زوال پذیر نہ ہو اپنے نفس کو احتیاج اور تنگی کے وقت اور بھی ضعیف بنا لے۔ غنی بننے کے لئے اسبابِ معیشت کی فراہمی اور کمائی کے لئے گونا گوں ذرائع سے تعلق نہ رکھے نہ اپنے نفس کے لئے اور نہ اپنے عیال کے لئے۔[1]

---

[1] غنیۃ الطالبین صـ ۶۲۴

شیخ ابو العباس نہاوندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فقر تصوف کی ابتدا ہے۔
شیخ ابو عبد اللہ خفیفؒ کا کہنا ہے۔ کسی چیز کا مالک ہونا اور صفات کے احکام سے نکل جانا فقر ہے[1]
حضرت جُنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اہلِ تصوف کا سب سے بڑا سرمایہ فقر ہے وہ فرماتے ہیں۔
فقر تمام مشکلوں سے دل کو خالی کر دینے کا نام ہے۔ وہ اہلِ فقر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اے فقراء تم اللہ تعالیٰ کی معیت ہی سے پہچانے جاتے ہو اور اسی سبب سے تمہاری عزت کی جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہو تو غور کرو کہ تمہارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے کتنا مضبوط اور کس قدر استوار ہے[2]
حضرت شاہ لطیف بری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو درس دیتے ہوئے فقر کے بارے میں فرمایا۔

> فقر کا درجہ اللہ کے نزدیک بڑا افضل ہے۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس دنیاوی مال واسباب نہ ہو کہ اسے اپنی ریاضت اور عبادت میں اطمینانِ قلب رہے۔ فقیر جس قدر دنیاوی

---

[1] نفحات الانس صہ ۱۵۵

[2] درس دلی صہ ۲۷ (سید بشیر احمد سعدی)

خواہشات سے بے نیاز ہوگا اتنا ہی اسرار و رموز
سے واقف ہوگا۔ فقیر کا سرمایہ اللہ تعالٰے اور
اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
بے پناہ عشق و محبت ہے۔ فقیر وہ ہے جو عرفان کے
کے سمندر پی جائے مگر ظرف کا یہ عالم ہو کہ سب
کچھ جذب کرے۔ فقیر کی زندگی حرص و ہوس سے
پاک ہو۔ سادہ گدڑی اور بے لذت سادہ خوراک۔
فقیر کا در ہر ایک کے لئے کھلا ہو۔ خواہ مسلم ہو یا
غیر مسلم، امیر ہو یا غریب۔ شاہ ہو یا گدا وہ ہر ایک
کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔

• فقیر کا گذر لوگوں کے نذرانے اور صدقہ اور خیرات
پر نہ ہو بلکہ توکل اور رضا پر ہو۔ فقیر جتنا دنیا کے
مال و متاع سے بے نیاز ہوگا اسی قدر اس کی
زندگی پُرسکون ہوگی اور الطاف مخفی و اسرار روشن ہونگے
فقیر پر جو گذرے اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے اور جس
بات کا اس پر ظہور ہو اسے پوشیدہ نہ رکھے۔
فقیر کی ملکیت تین اشیاء علم فقر اور شمشیر یعنی علم برائے
تبلیغ اسلام۔ فقر برائے خدمت خلق۔ توکل اور حکم الٰہی،
رضائے الٰہی اور شمشیر برائے جہادِ اسلام [1]

---

[1] کتاب حضرت بری شاہ لطیف المعروف بری سرکارؒ ص ۱۵

کرامات شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ذکر سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ اور کرامات کی حقیقت اور ان کا فرق مختصراً بیان کر دیا جائے۔

معجزات کا صادر ہونا انبیاء علیہم السلام سے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے امور کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے کسی امر کو سبب کے بغیر ایجاد نہیں کرتا اسی کو قانونِ فطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی قدرتِ کاملہ کے پیشِ نظر اس قانون یا عادت میں تبدیلی بھی کر دیتا ہے اور جب انبیائے کرام کے ذریعے ایسی تبدیلی یا خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔

قانونِ قدرت یہ ہے کہ درخت اپنی جگہ سے نہیں چلتے۔ قلیل خوراک سے سینکڑوں افراد کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ تھوڑے پانی سے پورا لشکر سیراب نہیں ہو سکتا۔ لیکن انبیائے کرام کو جب اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا کئے تو یہی درخت اپنی جگہ سے چل پڑے۔ پتھروں نے بولنا شروع

کر دیا۔ تھوڑی خوراک سے سینکڑوں افراد شکم سیر ہو گئے۔

یہ سب بظاہر قانونِ فطرت کے خلاف تھا مگر خالقِ کائنات چاہے تو مسلمہ قوانینِ فطرت تبدیل بھی ہو سکتے ہیں اور ایسی تبدیلی ربّ العزت کی قدرت اور اس کے برگزیدہ اور محبوب بندوں کی صداقت کا نشان ہو گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انبیاء کا اپنا وجود ہی معجزہ سے کم نہیں ہوتا ان کی رفتار گفتار اور اعمال سب پکار پکار کر ان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

معجزہ کا طالب یا تو وہ شخص ہوتا ہے جو عقل و فہم میں ناقص ہو اور کلامِ الٰہی اور کلامِ بشری میں فرق اور امتیاز نہ کر سکتا ہو اور نہ ہی اسے ان امور کا ادراک و شعور ہو جو نبی کی صفات میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ ایسی چیز کا طالب ہوتا ہے جس کا احساس و ادراک بغیر کسی غور و فکر کے صرف ظاہری طور پر معلوم و محسوس ہو سکے یا معجزے کا طالب وہ انسان ہوتا ہے جو ہٹ دھرم، ضدی ہو جیسے مشرکینِ مکہ نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا تھا۔ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ نہ نکال دیں گے۔

صاحبِ بصیرت کو تو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ تو وہ ہوتے ہیں جنہوں نے نبی کے چہرے کو دیکھا ایمان لے آئے۔ نبی کے

کلام کو سنا ایمان لے آئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو اسلام پیش کیا تو انہوں نے نہ کوئی دلیل مانگی نہ معجزہ طلب کیا نہ وہ کسی قسم کے تردد میں پڑے فوراً آپؐ کی دعوت قبول کی۔ لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جو اپنی محدود عقل اور شعور کی وجہ سے معجزہ کے محتاج تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو معجزات دیکھکر بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔

جہاں تک معجزہ اور کرامت میں فرق کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ جو خرقِ عادت پیغمبر سے صادر ہوا سے معجزہ، برہان، آیت یا دلیلِ نبوت کہتے ہیں۔ معجزہ میں دعویٰ نبوّت ہوتا ہے لیکن کرامت میں دعویٰ نہیں بلکہ اولیائے کرام تو حتی الوسع کرامات دکھانے سے احتراز کرتے ہیں۔

حضرت غوث الثقلین، محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشادِ گرامی ہے۔

ولایت کی شرط ہے کرامات کو پوشیدہ رکھے
اور نبوت ورسالت میں شرط ہے کہ معجزات
کا اظہار کیا جائے تاکہ نبوت اور ولائیت کا فرق
ظاہر ہوجائے [1]

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی حلقہ صوفیاء میں سرآمد روزگار ہے۔ آپ کرامت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

---

[1] غنیتہ الطالبین صہ ۱۱۶

کرامت اولیاء را اضطراب است[1]

یعنی اولیاء کے لئے کرامت موجب اضطراب ہے

صاحبِ کتاب دلائل النبوت ، امام المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان[2]

کراماتِ اولیا حق ہے اس پر کتاب اللہ ، احادیثِ صیحہ اور اجماع اہلِ سنت شاھد ہے[2]

شیخ الاسلام قطب امام شہاب الدین ابو عبداللہ عمر بن محمد السہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اپنی کتاب ، اعلام الہدی فی عقیدہ ارباب التقیٰ ، میں فرماتے ہیں ۔

ہمارا یہ عقیدہ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے اولیاء ہوتے ہیں جن سے کرامات ظہور میں آتی ہیں اسی طرح ہر رسول کے زمانہ میں ان کے ایسے متبعین ہوتے تھے جن سے کرامات اور خرق العادات ظاہر ہوا کرتے تھے اولیاء اللہ کی کرامات ، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہیں لیکن جو شخص احکام شرعیہ کا ملتزم نہیں (احکام شرعی بجا نہیں لاتا) اور اس کے ہاتھ سے یہ خرقِ عادات کا ظہور ہو تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ شخص بے دین

---

[1] سکینۃ الاولیاء صـ ۱۲۴ (از داراشکوہ)
[2] نفحات الانس صـ ۱۶۶ (حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ)

Scanned with CamScanner

اور زندیق ہے اور یہ خرقِ عادات جو اس سے
ظاہر ہوتے ہیں مکر اور استدراج ہیں۔[1]

بعض لوگ غیر مسلم سادھوؤں اور تارک صلوٰۃ و شریعت نام نہاد لوگوں کے شعبدے دیکھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے شعبدوں کو استدراج کہتے ہیں۔ کرامت اور استدراج میں تمیز کرنے کیلئے یہ نکتہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شریعت اور سنتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی کئے بغیر کوئی شخص بارگاہِ الٰہی میں درجہ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ ولایت کا دعویٰ کرے۔

بلاشبہ اولیاء اللہ صاحبِ کرامت تھے مگر ان میں سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ وہ صاحبِ علم و عمل تھے۔ تقویٰ اور طہارت کی سعادت انہیں حاصل تھی۔ احکامِ شرعی کی بجا آوری انہیں دل و جان سے عزیز تھی وہ تو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول تھے چنانچہ یہی اُن کی وہ کرامت ہے جس نے ان کی ذات کو بابرکت بنا دیا اور اُن میں ایسی کشش اور جاذبیت پیدا کی کہ دُور دُور سے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے اُن کی صحبت میں بیٹھتے اور فیض حاصل کر کے واپس لوٹتے۔ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی زبان میں ایک اثر تھا وہ جو کہتے تھے ہو جاتا تھا۔ مختصراً یہ کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

---

[1] نفحات الانس صہ ۱۷۲

بلاشبہ اللہ کے جو بندے اسے دل وجان سے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو چاہتا ہے جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ انہیں یاد کرتا ہے۔

بزرگانِ دین کی سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ وہ دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے لین دین، میل جول اور تعلقات بھی رکھتے رہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھی غافل نہ ہوئے یہی وہ نفوس ہیں جنہیں خالقِ کائنات اور سرورِ کائنات کی محبت میں فنا ہو کر لقاء ملی۔ اور اُن سے کرامات کا ظہور بھی ہوا۔

شاہ لطیف بری کی سینکڑوں کرامات ہیں۔ ان میں سے مشہور کرامات یہ ہیں۔

○

درخت سرسبز ہو گیا: روایت ہے کہ آپ ایک روز چور پور (نور پور) کے جنگل میں ایک پرانے اور خشک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ہندو یاتریوں کا ایک قافلہ وہاں پہنچا۔ آپ نے یاتریوں سے دریافت کیا۔ تم لوگ اتنا ساز وسامان اٹھائے کہاں جا رہے ہو۔؟ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ "پریاگ" آپ نے پھر پوچھا۔ وہاں کیا کرو گے؟ انھوں نے کہا۔ گنگا اور جمنا کے سنگم پر اشنان کر کے اپنے پاپ صاف کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔

گناہ نہانے سے صاف نہیں ہوتے بلکہ نیکوکاری اور عبادت الٰہی سے گناہ صاف ہوتے ہیں۔ ہندو یاتریوں نے آپؒ کی باتوں کا مذاق اڑایا اور ان میں سے ایک ہندو برہمن بولا! اگر محض عبادت الٰہی ہی سے انسان اللہ تعالیٰ

کے قریب ہو سکتا ہے تو آپ کئی برسوں سے اس خشک اور پرانے شیشم کے نیچے عبادت کر رہے ہیں مگر خدا نے آپ پر رحم نہیں فرمایا ورنہ وہ اس درخت کو ہرا بھرا کر کے آپ کے سر پر چھاؤں کا انتظام کر دیتا۔

ہندو پروہت کے ان جملوں پر آپ مسکرا دیئے اور کہا! میرے اللہ کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہم مسلمان اس کی ذات پر توکل رکھتے ہیں وہ بڑا غفور الرحیم ہے اگر وہ چاہے تو اس درخت کو فوراً ہرا بھرا کر دے کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ یہ کہکر آپ نے آیت کریمہ پڑھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ شیشم کا خشک اور پرانا درخت فوراً ہرا ہو گیا۔ اس کی شاخیں بڑھ گئیں ہندو یاتریوں کے پورے قافلے نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ آپ کے قدموں پر گر گئے اور آپکے ہاتھوں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت میاں محمد بخش ؒ نے کیا خوب فرمایا۔

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بناں پتھر دا

پانی نکل آیا روایت ہے کہ آپ تبلیغ حق کے لئے جب دھیر کوٹ پہنچے تو وہاں آپ کا ایک ارادتمند آپ کو اپنے گھر لے گیا۔ نماز کے وقت سرکار امام بریؒ نے مانگا تو آپکو کافی دیر کے بعد پانی دیا گیا آپ نے پانی دیر سے لانے کی وجہ پوچھی تو میزبان نے جواب میں فرمایا! حضور یہاں دھیر کوٹ میں پانی نہیں ہے ہم کافی دور سے جا کر پانی لاتے ہیں آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر مارا تو وہاں سے ایک نالے کی شکل میں پانی بہنے لگا۔ لوگوں نے عرض کی کہ جناب پانی کا بہاؤ زیادہ ہے اس سے آبادی کو خطرہ ہے آپ نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک پتھر پانی کی طرف پھینکا جس سے پانی کا بہاؤ کم ہو گیا اور ضرورت کے مطابق بہنے لگا۔ اس وقت سے آج تک یہ پانی بہہ رہا ہے اس گاؤں کے لوگ بریؒ کے طفیل فیض یاب ہو رہے ہیں۔

بڑھیا کی مراد بر آئی:۔ روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت جس کا کوئی لڑکا نہ تھا حضرت شاہ چن چراغ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی

اور عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عنایت فرمائے۔ شاہ چن چراغ نے فرمایا کہ بیٹا نہیں بیٹی ملے گی۔ یہاں سے بڑھیا شاہ لطیفؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنا مقصد بیان کیا۔ سرکار نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ تیری قسمت میں بیٹا نہیں۔ بڑھیا نے التجا کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ ربّ العزت مجھے ایک بیٹا دے۔ امام بریؒ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں حسب خواہش بیٹا ہی دے گا۔ کچھ عرصہ بعد ربّ کریم نے اس عورت کو ایک فرزند عطا کیا وہ لڑکے کو لے کر شاہ لطیفؒ کی حاضری کی نیت سے نکلی۔ جب راولپنڈی پہنچی تو خیال آیا کہ شاہ چراغؒ کے پاس بھی حاضری دینی چاہیئے۔

چنانچہ وہ چن شاہ چراغؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ربّ العزت نے سرکار امام بریؒ کی دعا سے مجھے بیٹا عطا کیا ہے۔ شاہ چن چراغ نے فرمایا کہ بیٹا نہیں بیٹی جب دیکھا واقعی وہ بیٹی ہی تھی۔ آخر حیران و پریشانی کے عالم میں شاہ لطیف بری سرکارؒ کے حضور پہنچی اور تمام ماجرا سنایا۔ آپ نے عورت سے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تمہاری گود میں لڑکا ہے۔ جب دیکھا تو وہ لڑکا ہی تھا۔ بڑھیا خوشی خوشی واپس لوٹی راستے میں پھر شاہ چن چراغ کی حاضری دی اور کہا کہ امام بریؒ کی دعا سے لڑکا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ بڑھیا نے بچے کو دیکھا تو حقیقت میں وہ لڑکی ہی تھی پریشانی کے عالم میں پھر شاہ لطیفؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور صورتحال عرض کی آپ کی دعا سے وہ لڑکی پھر لڑکا بن گئی۔ سرکار نے عورت کو ہدایت کی کہ وہ راستے میں اب شاہ چن چراغ کے پاس نہ جائے اور سیدھی گھر چلی جائے چنانچہ بڑھیا حسب حکم بامراد ہو کر واپس لوٹی۔ ؎ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

گائے زندہ ہوگئی:۔ روایت ہے کہ شاہ لطیفؒ کے مریدوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی دوسرے مرید کی گائے کو غلطی سے

ذبح کر دیا جس سے دونوں میں تنازعہ ہو گیا۔ جس شخص کی گائے تھی اس کا مطالبہ تھا کہ اپنی ہی گائے لے گا اُسے اُس کی قیمت یا دوسری گائے نہیں چاہئیے۔ جب جھگڑے نے طول پکڑا تو دونوں سرکار امام بریؒ کے پاس پہنچے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو جہاں ذبح شدہ گائے پڑی ہے۔ مریدہ آپکو وہاں لے گئے آپ نے اپنا دایاں پاؤں گائے کے سر پر رکھا اور فرمایا۔

"میرے اللہ کے حکم سے اُٹھ" کہتے ہیں کہ گائے زندہ ہو گئی اور مرید حیرت اور ششدر کھڑے رہ گئے۔ اس طرح ایک پیدا شدہ جھگڑے کا خاتمہ بھی ہو گیا۔

دیو پتھر بن گیا: روایت ہے کہ نور پور شاہاں کی شمالی پہاڑیوں میں آپ ریاضت اور چلہ کشی کی غرض سے گئے یہاں ایک دیو آپکی عبادت میں مخل ہوتا۔ سرکار نے اسے کئی مرتبہ منع کیا مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ ایک روز شاہ لطیفؒ عبادت میں مصروف تھے وہ پھر آگیا آپ نے اٹھتے ہی اسکی گردن دبوچ لی اور اسے ہوا میں اچھال دیا وہ دیو اوندھے منہ گرا اور پتھر بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ "لوئی ڈنڈی" کے نام سے مشہور پہاڑی علاقے میں آج بھی یہ ایک لمبے پتھر کی طرح پہاڑی کے ساتھ معلق ہے۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ماش کنکر ہو گئے: روایت ہے کہ آپ نے اپنی کچھ زمین کسی مزارعہ کو بٹائی پر دے رکھی تھی۔ مزارعہ نے اُس میں ماش بوئے جب فصل تیار ہو گئی تو مزارعہ کی نیت خراب ہو گئی اور تمام فصل اٹھا کر اپنے گھر لے گیا بعد میں شاہ لطیف بریؒ کے پاس آکر کہا کہ اس دفعہ فصل نہیں ہوئی۔ امام بریؒ خاموش رہے۔ کچھ ہی دن گزرے کہ آپ اُس مزارعہ کے ہاں گئے اور فرمایا! کھانا لاؤ۔ مزارعہ کھانا لایا تو ماش پکے ہوئے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ اتنے اچھے ماش کہاں سے لائے ہو؟

مزارعہ نے جواب میں کہا کہ کسی نے بھیجے تھے۔ آپ نے پوچھا سامنے کوٹھڑی میں جو بوریاں ہیں ان میں کیا رکھا ہے۔ مزارعہ نے جواب میں کہا کہ ان میں کنکر بھرے ہیں۔ آپ خاموش رہے اور کھانا کھانے کے بعد واپس تشریف لے گئے آپکے جاتے ہی مزارعہ

نے جو یہاں دیکھیں تو واقعی وہاں ماش کی بجائے کنکر اور پتھر تھے وہ اپنے کئے پر سخت نادم اور پشیمان ہوا۔ پریشانی کے عالم میں آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ شاہ لطیف بریؒ نے اسے جھوٹ اور دھوکہ دہی سے ہمیشہ پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی اور معاف فرمایا۔ روایت ہے کہ آبپارہ میں امام بریؒ کے والد گرامی شاہ محمودؒ کے مزار کے قریب جو کنکر پڑے ہیں یہ وہی ماش تھے۔

بھنے شاہ بخاری اور شاہ لطیف بریؒ:۔ روایت ہے کہ اوچ شریف کے ایک بزرگ بھنے شاہ بخاری کو امام بریؒ کی کرامتوں کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے مریدوں سے کہا کہ ہماری ولایت میں ایک مشدی کیسے داخل ہوگیا۔ ہم اس کی تمام قوتیں سلب کرلیں گے اسکے بعد وہ اپنے ایک سو ایک مریدوں کے ہمراہ راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئے۔ امام بریؒ نے حالت کشف میں بھنے شاہ بخاریؒ کے کوچ کا منظر دیکھا تو اپنے مریدوں کو آگاہ کیا اور تیار رہنے کا حکم دیا۔ جب بھنے شاہ بخاری اپنے مریدوں سمیت جہلم کے قریب پہنچے تو شاہ لطیف بریؒ نے جہلم کی طرف اپنی انگشت شہادت اٹھائی، انگلی کا اٹھانا تھا کہ بھنے شاہ بخاری کا آدھا جسم بیجان ہوگیا۔ بھنے شاہ نے فوراً اپنے پیر حضرت میر شاہ خراسانی نسرالاوالا کی طرف رجوع کیا۔

جو حالت کشف میں یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے شاہ لطیف بری رح درخواست کی بھنے شاہ کی گستاخی معاف کردی جائے۔ امام بریؒ نے بھنے شاہ بخاری کو گرفت سے آزاد کیا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ اگر بھنے شاہ یہاں آنا ہی چاہتے ہیں تو مہمان کی حیثیت سے آئیں۔ چنانچہ بھنے شاہ بخاری مہمان کی حیثیت سے شاہ لطیف بریؒ کے پاس آئے۔

شاہ لطیف امام بریؒ کے مرید ننگو افراد کو دیکھ کر پریشان ہوگئے کہ انہیں

لہ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا نام بھنے شاہ لکھا ہے

لہ یہ روایت کہ بھنے شاہ بخاری ایک لاکھ کی فوج لے کر پنڈی کی طرف روانہ ہوا درست نہیں

کر کے کھلایا جائے۔ امام بریؒ نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر حکم دیا ایک
برتن میں جو آٹا بچا ہے لے آؤ۔ جب آٹا آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے خود آٹا گوندھا
اور پھر کپڑا اس پر ڈال کر فرمایا! اس میں سے آٹا لے جاؤ اور روٹیاں پکاؤ
چنانچہ اس آٹے سے روٹیاں پکانی شروع کیں۔ تمام مہمانوں نے کھانا کھایا۔ جب
آٹا دیکھا گیا تو وہ اتنا ہی تھا جتنا گوندھا گیا تھا۔

بھٹے شاہ کا شیر اور سانپ

بھٹے شاہ بخاری کا معمول تھا کہ وہ
سواری کے لیے شیر پر سوار ہوتے تھے۔ عصا کی بجائے اُن کے ہاتھ میں سانپ ہوتا تھا
حضرت شاہ لطیف بریؒ نے کہا میری سواری شیر اور ہاتھ میں رکھنے والے سانپ کی
بھی خوراک کا بھی بندوبست کیا جائے۔ شاہ لطیف امام بریؒ کی ہدایت پر اُن کے مریدوں
نے شیر کے سامنے رات کو ایک گائے چھوڑ دی اور سانپ کے سامنے مرغ چھوڑ دیا تاکہ
ان کی خوراک ہو جائے گی۔ صبح جب بھٹے شاہ بخاری بیدار ہوئے تو دیکھا شیر اور سانپ
غائب ہیں مگر ان کی خوراک گائے اور مرغ موجود ہیں۔ گائے نے شیر کو اور مرغ نے
سانپ کو نگل لیا تھا۔

بھٹے شاہ بخاری یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ امام بریؒ نے ان کی پریشانی کو
بھانپ لیا۔ گائے اور مرغ کے پاس جا کر کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کی امانت واپس کر دو
چنانچہ ان دونوں نے شیر اور سانپ اپنے اپنے منہ سے نکال باہر پھینکے تو وہ دونوں
زندہ ہو گئے۔

راجگان کی ہلاکت

مولف کتاب حیات بری امامؒ نے لکھا ہے
جناب راجہ غضنفر خان مذکور بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی طور پر حضرت بری امام یہاں آئے تو ایک
دن کنگ راجہ صاحب شکار سے واپس گھر جا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت بری امام
کے خادم لنگر کے لیے بکرے کا گوشت تیار کر رہے ہیں۔ راجہ صاحب نے اپنا نوکر بھیجا کہ ان

سے گوشت مانگ لاؤ۔ لیکن خادموں نے کہا کہ گوشت تیار کرنے کے بعد جناب بری لمام کی خدمت میں پیش کریں گے۔ وہ دعا فرمائیں گے اور اجازت ہوگی تب آپ کو بھی گوشت دے دیا جائے گا یہ سن کر وہ طیش میں آیا اور حضرت بری امام کے خادم کو کوڑوں سے پیٹا اور جبراً گوشت کاٹ کرلے گیا۔ خادموں نے حضرت شاہ لطیفؒ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا! میری پشت سے کپڑا اٹھاؤ۔ جب پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا گیا تو دیکھا کہ آپ کی پشت مبارک پر بھی کوڑوں کے نشانات تھے۔ آپ نے فرمایا! کہ ایک میان میں دو چھریاں نہیں رہ سکتیں۔ اب یہاں فقیر رہے گا۔ یا راجگان رہیں گے۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد راجگان کے تین بھائیوں میں سے ایک تو شکار کھیلتے ہوئے ہلاک ہوگیا اور دوسرے کو سانپ نے ڈس لیا تو وہ بھی مرگیا۔ آج ان راجگان کی اولاد سے کوئی بھی نہیں۔ ان کی زمین پر راجہ مظفر خان ہی قابض ہیں جو کوٹ نزد بارہ کہو کے باشندہ ہیں اور یہ زمین ان کو ہبہ کی شکل میں ہے۔

امام بریؒ کی پیش گوئی اور اسلام آباد

عام روایت ہے کہ حضرت شاہ لطیف المعروف امام بریؒ نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمارے نزدیک ایک شہر آباد ہوگا جو دنیا کے اسلام کا مرکز ہوگا۔ یہ روائت پاکستان کے سابق سیکرٹری اطلاعات اور ممتاز دانشور جناب قدرت اللہ شہاب سے منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جناب قدرت اللہ شہاب صاحب کو انڈیا آفس لائبریری انگلستان میں ایک کتاب اولیائے ہند (INDIAN SAINT) ملی تھی جس میں یہ پیش گوئی درج تھی۔ لیکن جب قدرت اللہ شہاب صاحب سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے بتایا۔

جب میں ہالینڈ میں حکومت پاکستان کی طرف سے سفیر متعین تھا وہاں پر میری ملاقات بہت سے ایسے افراد سے ہوئی جو وہاں کے ایک بزرگ صوفی عنایت خان کے پیروکار تھے۔ یہ لوگ بہت سے مسلمان بزرگوں کو مانتے ہیں ان کا احترام کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ جہاں بھی اولیاء اللہ کے مزارات ہیں یہ وہاں حاضری دیتے ہیں اُن سے متعلق مواد جمع کرتے ہیں۔ صوفی عنائت اللہ خان کے ایک پیروکار نے مجھ سے ایک دن ملاقات کی اور بتایا کہ وہ

نور پور شاہاں (اسلام آباد) میں حضرت امام بری ؒ کے مزار پر دو تین بار حاضری دے چکا ہے اور وہ شاہ لطیف بری ؒ پر کچھ تحقیقی کام بھی کر رہا ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ جس میں اسلامی علوم پر خاصی کتابیں موجود ہیں۔ وہاں اس نے ایک کتاب میں یہ روایت پڑھی ہے۔

"حضرت امام بری ؒ نے اپنے مریدوں کی کسی محفل میں فرمایا تھا کہ اگرچہ یہ مقام اس وقت جنگل اور بیاباں سا ہے لیکن ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہاں پر ایک بڑا اسلام شہر قائم ہو گا"۔

جناب شہاب صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے مذکورہ شخص سے اس کتاب کے دکھانے کو کئی بار کہا تاکہ یہ روائیت خود پڑھ سکوں۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

○

شاہ لطیف بریؒ کے طالب

دستور العمل خانقاہ شاہ لطیف (۱۲ ستمبر ۱۸۵۹ء) میں آپ کے چار خدمتگاروں کو طالب لکھا ہے اور اسی سن کی ایک اور تحریر شجرہ نسب مالکان اراضی نور پور شاہاں میں انہیں خادم لکھا ہے۔ ان دونوں تحریروں میں ان کے نام مٹھے شاہ، دنبگ شاہ، عنایت شاہ اور شاہ حسین لکھے ہیں ان تحریروں کو تیار کرانے والوں میں غلام حسین بخاری بھی شامل تھے۔ جنہوں نے ایک کتابچہ کرامات شاہ لطیف بری میں چار طالبوں کے یہ نام تحریر کئے۔

۱۔ روڑو سلطان قوم گکھڑ ساکن پھروالہ

۲۔ شاہ سلمی قوم گکھڑ ساکن چیٹھ

۳۔ شاہ عنایت قوم بخاری سید جو ولایت یعنی کسی دوسرے ملک سے یہاں آئے ہیں

۴۔ شاہ حسین (آپ دہلی سے آئے)

غلام حسین بخاری نے مٹھہ شاہ کی بجائے روڑو سلطان کو بری لطیفؒ کا طالب لکھا اور یہ وضاحت کی کہ مٹھہ شاہ براہ راست شاہ لطیفؒ کے طالب نہ تھے بلکہ روڑو سلطان کے خلیفہ تھے اسی طرح دنبگ شاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی شاہ لطیفؒ کی بجائے شاہ سلمی سے فیض پایا۔

جبکہ تذکرہ نگاروں کی اکثریت نے اسی بات پر اتفاق کیا ہے کہ مٹھہ شاہ اور دنبگ شاہ آپکے طالب تھے۔

ویسے تو شاہ لطیف بریؒ کے فیضانِ نظر کا دائرہ وسیع تھا۔ لیکن تاریخ کی کتابوں میں چند نام ایسے ملتے ہیں جنہوں نے آپ سے فیض پایا اُن میں آپ کے چاروں طالب مٹھہ شاہ، دنبگ شاہ، عنایت شاہ اور شاہ حسین کے علاوہ سید غوث علی شاہ قادری قلندریؒ، شیخ بہلول قادریؒ، درویش محمد شاہ ہالوؒ، سید اعظم علی شاہ بابریؒ اور خان احمد شاہ قادریؒ شامل ہیں

آپ کے چار خلفاء چار لڑیوں، مٹھہ شاہی، دنبگ شاہی، عنایت شاہی اور حسین شاہی سے مشہور ہوئے۔

مٹھے شاہ رح:۔ مٹھے شاہ موضع بڑ[ل] کے رہنے والے تھے۔ اسلام آباد بننے کے بعد یہ موضع اپنی اصلی حالت کھو چکا ہے۔ امام بری رح کے مزار سے مغرب میں ایک احاطے میں قبرستان ہے اس میں پچاس کے لگ بھگ قبریں ہیں جن میں زیادہ تر شکستہ ہیں ان میں مٹھے شاہ اور شاہ حسین کی قبریں بھی ہیں یوں تو مٹھہ شاہ کی قبر پختہ ہے اور اس پر ایک چھوٹا سا کتبہ بھی لگا ہوا ہے جس پر یہ الفاظ کندہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مزار شریف

حضرت سخی مٹھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ تعمیر

۱۹ ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ بروز جمعرات

" ارزو کردہ سائیں سخی محمد

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے مزار کو ان کے شایان شان تعمیر کیا جائے کیونکہ آپ شاہ لطیف بری رح کے محبوب خلیفہ اور سجادہ نشین تھے مٹھہ شاہی لڑی آپ ہی سے چلی۔ مٹھہ شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے چھ طالب تھے۔ جو ان کے سلسلے کے وارث ہوئے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ شاہ پیرا ۲۔ نور شاہ

۳۔ شاہ ثبوت ۴۔ شاہ مارالہ

۵۔ شاہ ورکائے ۶۔ شاہ لطیفی

[ل] کرامات شاہ لطیف بری رح از غلام حسین شاہ بخاری

ان چھ چیلوں کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ کچھ تولاولد فوت ہوئے اور کچھ کا نسبی سلسلہ اب تک جاری ہے۔

دبنگ شاہؒ:- حضرت شاہ لطیفؒ کے ممتاز خلفاء میں سے ایک دبنگ شاہ بھی تھے۔ آپ کا تعلق نگری ٹھٹھیال سے بتایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا نام وونگ شاہ لکھا ہے آپ دبنگ شاہی یا دونگ شاہی لڑی کے مورث اعلیٰ بھی کہلاتے ہیں۔ آپ نے نور پور شاہاں میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ بازار جانے کے لئے پل پار کرتے ہی سڑک سے تھوڑے ہی فاصلے پر بائیں جانب آپکی قبر ہے آپ کی قبر حال ہی میں آپ کے ایک عقیدت مند طالب حسین طالب نے پختہ کرائی ہے اور اس کے گرد ایک چاردیواری بھی بنائی ہے۔ دبنگ شاہ کی بھی کوئی اولاد نہیں۔

عنایت شاہؒ:- آپ کا شاہ لطیف بریؒ کے نامور خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ عنایت شاہ بخاری سے جو شاخ چلی ہے اُسے عنایت شاہی کہتے ہیں۔ اس لڑی میں بری امام کے مزار کی کنجی رہتی تھی۔ شاہ عنایت وفات سے کچھ عرصہ قبل سندھ کی طرف چلے گئے آپکا روضہ مبارک سندھ میں واقع ہے۔ عنایت شاہ بخاری کے تین چیلے۔ شاہ کمال، شاہ برخوردار اور شاہ الفی تھے۔ عنایت شاہ اور ان کے یہ تینوں چیلے لاولد فوت ہوئے۔

شاہ حسینؒ:- آپ امام بریؒ کے بہت محبوب خلیفہ تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک مغل شہزادے تھے۔ قیمتی پتھر زمرد کی تلاش میں ہزارہ اور سوات کے پہاڑوں میں آئے۔ لیکن اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا راستہ میں پتہ چلا کہ قریب ہی ایک بزرگ ہیں۔ وہ سلام کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ شاہ لطیف بریؒ نے مغل شہزادے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم جس مقصد کے لئے آئے تھے وہ پورا ہوا؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ شاہ لطیف بریؒ نے ارشاد فرمایا! جاؤ

فلاں پہاڑ پر ایک چٹان، جس پر قدیمی زبان تحریر کنندہ ہے اس کے نیچے زمرد کی کان ہے۔ شاہ حسینؒ نشاندھی پر اُسی مقام پر پہنچے انہیں وہ چٹان بھی مل گئی۔ اسے جب کھدوایا تو انھیں ان کا مقصود مل گیا۔ خوشی خوشی زمرد اٹھائے بری امام کی خدمت میں لاکر رکھ دیئے۔ شاہ لطیفؒ نے زمرد دیکھے تو فرمایا ہم فقیروں کو اس سے کیا واسطہ؟ ہمارے لئے یہ ریت کے ذرات کے برابر ہیں یہ کہکر انہوں نے وہ زمرد ندی میں پھینک دیئے۔ شاہ حسین حیران اور پریشان ہوئے۔ ان کی پریشانی دیکھ کر بری سرکارؒ نے فرمایا! کیا تمہیں ان کی ضرورت ہے؟ اور ساتھ ہی فرمایا! آنکھیں بند کرکے اپنے پروردگار کے آگے مراقبہ کرو۔ شہزادے نے مراقبے میں دیکھا کہ جہاں شاہ لطیف بریؒ رونق افروز ہیں کے نیچے زمرد اور جواہرات کا ایک ڈھیر لگا ہے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا تو دہلی جانے کا ارادہ ترک کردیا اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج کر باقی تمام زندگی امام بریؒ کی خدمت میں گزاری۔ بری سرکارؒ نے آپ کا نام مسمی سلطان شاہ حسینؒ رکھا۔

وصال کے بعد آپ حضرت شاہ لطیفؒ کے قریب ہی مغربی جانب دفن کئے گئے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

شاہ حسینؒ سے حسین شاہی سلسلہ چلا۔ آپ کے دو چیلے تھے ایک کا نام محمد علی تھا دوسرے کے متعلق کوئی معلومات نہیں۔ محمد علی کا چیلہ بودھو شاہ تھا اس کا مہر کلی شاہ اور مہر کلی شاہ کا طالب حسین تھا۔ شاہ حسینؒ نے شادی نہیں کی تھی ان کا سلسلہ ان کے دو چیلوں کے ذریعے ہی چلا۔

---

[1] ایک روایت میں اس جواہرات کے واقعہ کو بہادر شاہ اوّل سے منسوب کہا گیا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس روایت کے مطابق بہادر شاہ اول ۱۷۱۳ء میں شاہ لطیف کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جبکہ ۱۷۱۳ء سے قبل ۱۷۰۵ء میں بری امام کا وصال ہو چکا تھا۔

درویش محمدؒ:- حضرت شیخ درویش محمدؒ شاہ لطیف بریؒ کے محبوب اور مشہور خلفا میں سے ہیں۔ جن کا ذکر تذکرہ غوثیہ میں بھی ہے۔ آپ سے سلسلہ طریقت قادری وسیع پیمانے پر چلا۔ تذکرہ غوثیہ میں حضرت محمد غوث علی شاہ پانی پتی قادریؒ (۱۸۰۴ء - ۱۸۸۰ء) کا جو شجرہ طریقت درج ہے اس میں حضرت غوث اعظم تک اکیس نام ہیں چھٹے نمبر پر حضرت شیخ درویش محمدؒ کا نام ہے۔

۱۔ حضرت غوث علی شاہ قلندری پانی پتیؒ
۲۔ حضرت سید اعظم علی باربردیؒ
۳۔ حضرت مدح شاہ منداویؒ
۴۔ حضرت شیخ عبداللطیف ثانی کیرتپوریؒ
۵۔ حضرت شاہ احمد کرتپوریؒ
۶۔ حضرت شیخ درویش محمدؒ
۷۔ حضرت عبداللطیف بریؒ
۸۔ حضرت شاہ امیر بالا پیرؒ
۹۔ حضرت مقیم محکم الدین حجرویؒ
۱۰۔ حضرت ابوالمعالیؒ
۱۱۔ حضرت بھاول شیر قلندرؒ
۱۲۔ حضرت عبدالجلالؒ
۱۳۔ حضرت محمود شاہؒ
۱۴۔ حضرت نور محمدؒ
۱۵۔ حضرت علاؤالدینؒ
۱۶۔ حضرت شمس الدینؒ
۱۷۔ حضرت شہاب الدینؒ

Scanned with CamScanner

۱۸۔ حضرت شاہ احمدؒ ۱۹۔ حضرت ابو صالحؒ

۲۰۔ حضرت عبدالرزاق رحؒ

۲۱۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ

تذکرہ غوثیہ کے علاوہ کتاب خطبہ حقائق الہٰی موسوم بہ ریاض الفقر معروف بہ دفتر حقیقت جو ۱۳۰۴ھ میں حافظ امداد حسین نے حضرت غوث علی شاہ قلندری پانی پتی رحؒ کے حالات زندگی پر لکھی اس میں بھی شجرہ طریقت یہی دیا ہے۔

خان احمد شاہ قادریؒ:۔ آپ بھی شاہ لطیف بری امامؒ کے خلفا میں سے ایک ہیں لیکن آپ کے حالات نہیں ملتے سوائے تذکرہ غوثیہ از حضرت سید گل حسن قادری جہاں شجرہ قادریہ تحریر ہے۔ یہ منظوم شجرہ ہے یہاں لکھا ہے

بو المعالی است رہنمائے یقین

باز حضرت مقیم محکم دین

بعد سید امیر بالا پیر

راہ عبداللطیف بری گیر

شیخ درویش محمد خان احمد شاہ

سید اعظم علی شاہ بابریؒ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ آپکو اعظم علی شاہ باربردیؒ بھی کہا جاتا ہے آپؒ بھی شاہ لطیف بریؒ کے خلفاء میں سے تھے جن سے سلسلہ قادریہ کو تقویت ملی آپکے ایک مرید حضرت غوث علی شاہ قادریؒ ہیں جنکا مزار مبارک پانی پت میں ہے۔

ل تذکرہ مشائخ قادریہ از محمد دین کلیم قادری لاہوری

سیّد غوث علی شاہ قادری قلندریؒ:- آپ شاہ لطیف بری امامؒ کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ آپکے حالات، کرامات

تعلیمات اور ملفوضات پر مشتمل دو کتابیں دو ضخیم جلدوں میں تذکرہ غوثیہ اور تعلیم غوثیہ کے نام سے سیّد گل حسن شاہ قادری نے ترتیب دیں جو عوام میں بیحد مقبول ہوئیں۔

شاہ مالوؒ:- آپ بھی شاہ لطیف بری سرکارؒ کے مرید تھے آپ کا مزار مبارک بوہڑی کی گلی میں واقع ہے۔

مؤلف کتاب حیات برّی امام آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" شاہ مالو کا مزار جو کہ بوہڑی کی گلی میں واقع ہے۔ پختہ چار دیواری کے اندر پختہ قبر ہے کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب بھی حضرت بری امامؒ کے مرید تھے۔"

شیخ بہلول قادریؒ:- آپ نے حضرت شاہ لطیف امام بریؒ سے کسب فیض کیا آپ نے جلیل القدر بزرگوں کی صحبت اٹھائی اور اس سلسلے میں آپکی عمر عزیز کا بیشتر حصہ سفر میں گزرا۔ آپ نجف اشرف سے ہوتے ہوئے کربلائے معلیٰ گئے جہاں آپ نے اعتکاف کیا۔ مکہ معظمہ مناسکؑ حج کے لئے گئے۔ کافی عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کے بعد بغداد شریف پہنچے یہاں حضرت غوث اعظمؒ کے مزار مبارک پر کچھ دن رہے آپ نے ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار جھنگر شاہ بہلول ضلع جھنگ میں بنا جو پنڈی بھٹیاں کے نزدیک ہے اب یہ علاقہ ضلع گوجرانوالہ میں شامل ہوگیا ہے۔ شاہ بہلول قادریؒ سے بہلول شاہی سلسلہ بھی چلا۔

---

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ از جناب محمد دین کلیم قادری لاہوری

بعض تذکروں میں شیخ بہلول کا سن وفات ۹۸۳ھ لکھا ہے۔ جبکہ شاہ لطیف بریؒ کا سن پیدائش ۱۰۲۶ھ ہے اور سن وفات ۱۱۱۷ھ۔ اس طرح شاہ لطیف بریؒ شیخ بہلول قادری کے مرشد طریقت نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ کا سن وفات ۹۸۳ھ غلط ہو اور ۱۱۲۹ھ درست ہو۔ اس روایت پر کہ آپ شاہ لطیف بریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی گرانقدر تصانیف خزینۃ الاصفیا اور حدیقۃ اولیا میں شیخ بہلول قادریؒ کو شاہ لطیف بریؒ کا مرید اور خلیفہ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"شیخ بہلول شاہ لطیف بری قادریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور انہوں نے نعمت ولایت حضرت جمال اللہ مشہور بہ حیات المیر سے پائی جو زندہ جاوید ہیں۔"

پادری جان اے سبحان اپنی انگریزی کتاب "صوفی ازم" جس کی طباعت ۱۹۶۰ء میں لکھنؤ میں ہوئی، لکھتے ہیں۔

"قادری سلسلے کی دوسری شاخ بہلول شاہی ہے اس شاخ کے بانی بہلول شاہ دریائی تھے جو شاہ عبداللطیف بریؒ کے مرید تھے۔"

○

سلطان ٹکہ قادریؒ سلطان ٹکہ قادریؒ کا قوم ستی سے تعلق تھا آپ موضع کامرہ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے براہ راست شاہ لطیف بریؒ سے روحانی بیعت کی اور فیض پایا۔ سائیں ٹکہ قادری صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپکی تصانیف آفتاب قادری، شجرہ قادری فضیلت جمعہ اور سی حرفی عاجز مشہور ہیں۔ آپ پنجابی اور پوٹھواری میں شعر بھی کہتے تھے۔

Scanned with CamScanner

سلطان ٹکہ قادریؒ کو شاہ لطیف بریؒ سے بے پناہ عشق تھا جس کا اندازہ انکے کلام سے ہوتا ہے۔ آپ شاہ لطیف بریؒ کو نذرانہ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔

در تعریف حضرت بری شاہ لطیفؒ مرشد خود[۱]

مسجد کول پرانی نانگے قدم مبارک پائے — مومن ہوئی بستی ساری سب اسلام لائے

کیسا شاہ لطیف بریؒ کا ہویا نیک ارادہ — سیدہ شاہ محمود دا جایا سوہنا نیک شہزادہ

کیتا کھڑا ایہ ٹولہ جس نے قادریاں دا سلا — ٹولے بھیں ایہ ٹولہ ہویا رحمت والا بھارا

قائم کرن شریعت میراں طریقت نال دکھائی — بی بی مرد اس ٹولے اندر سبھناں دین صفائی

حضرت میراں ٹولے والا نالے علی شہزادہ — ہن دربار محمد آئے درجہ ملے زیادہ

وچ پڑنے حضرت میراں کیسی کھیل بنائی — دین محمدی روشن کیتا عشقے دی سکھلائی

چانن کیتا حضرت میراں ٹولہ خوب بنایا — مومن کیتی بستی ساری سوہنا باغ لگایا

آپے مالی وچ باغیچے سوہنے پھل لگائے — غم بیماری کوئی نہ رہندی بیٹھ میراں دے سائے

پھلسی برکت نال میراں دے میوہ خوب لگایا — رحمت والا ٹولہ بنیا در میراں دے آیا

یا حضرت اس ٹولے والی بیڑی پار لگاؤ — غم فکر دیاں تیرا کولوں ٹولہ سب بچاؤ

وچ مدینے ٹولے تائیں مرشد جی پہنچاؤ

سلطان سائیں ٹکہ قادریؒ کے خلفاء میں سے سلطان العارفین قاضی محمد اشرف تمیز شریف راولپنڈی اور بلند پایہ بزرگ حضرت رجب علی شاہ قادریؒ ہیں جنکا مزار مبارک دھوبی گھاٹ کوہ مری میں واقع ہے۔

O

حضرت سائیں نانگا ہلی والاؒ: آپکا نام میر علی اور والد گرامی کا نام حیات علی تھا۔ آپ نور پور شاہاں سے تقریباً ۱۲ میل دور شمال کی جانب ضلع ایبٹ آباد کی ایک تحصیل ہری پور ہزارہ کے ایک گاؤں ڈیرہ بال علاقہ ہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ڈھونڈ قریش قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابھی کمسن ہی تھے کہ والد محترم

---

[۱] از کلام سائیں سلطان ٹکہ قادری (صفحہ ۳-۴)

کا انتقال ہو گیا۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے چچا اعتبار علی نے آپکی پرورش کی۔ جو تحصیل ہری پور کے موضع سرائے خربوزہ میں مقیم تھے۔ یہیں ایک دن مہر علی المعروف سائیں نانگا رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جنہوں نے آپکو مغرب کی طرف جانیکی تلقین کی۔ چنانچہ آپ سیر و سیاحت کیلئے سرائے خربوزہ سے نکلے اور چند برسوں بعد واپس لوٹے۔ نور پور شاہاں میں شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور یہیں کے ہو رہے۔ ۱۲ سال تک یہ معمول رہا کہ دن بھر جنگل میں رہتے اور رات کی تاریکی میں برہنہ سر اور برہنہ پاؤں مزار شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوتے۔ مزار اقدس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے پھر صبح کا اجالا پھیلنے سے قبل ہی جنگل میں چلے جاتے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ کسی سے بات نہ کرتے جنگل میں بھی اگر کوئی آدمی نظر آجاتا تو چھپ جایا کرتے۔

۱۲ سال بعد آپ نے مستقل طور پر شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر قیام کیا۔ حالت یہ تھی کہ رات دن، دھوپ، چھاؤں، گرمی سردی میں ہر وقت ہاتھ باندھے مزار شریف کے سامنے کھڑے رہتے اور کبھی کبھی فرش پر لیٹ جاتے۔

روایت ہے کہ ایک دن شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ایک مجاور کو حکم فرمایا: کہ سائیں نانگا رحمۃ اللہ علیہ کو فلاں جگہ بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ حسب الحکم مزار شریف سے صدر دروازہ کے سامنے جو مکانات تھے ان میں آپ کو بٹھا دیا گیا۔ اسی دن سے آپ نے بات چیت شروع کی بعد میں لنگر بھی جاری فرمایا۔ یہ وقت آپ کی روحانی تکمیل اور نیابت شاہ لطیف بری رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا۔ آپ نے کئی برس تک یہیں قیام کیا اور ظاہری و باطنی فیض جاری رہا۔ جب آپکی شہرت کا چرچا عام ہوا اور لوگ جوق در جوق آپکی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو کچھ افراد کو آپکے پاس بکثرت آمد و رفت ناگوار گزری آپکو جب پتہ چلا تو آپ نے نور پور چھوڑنے کا ارادہ کیا روایت ہے کہ امام بری رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو یہاں سے جانے سے منع کیا اور فرمایا:

"کہ جب ہم تمہیں بٹھا رہے ہیں تو کون اٹھا سکتا ہے۔"
چنانچہ سائیں نانگا ہلی والاؒ نے وصال تک یہیں قیام فرمایا۔ آپ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۶ جون ۱۹۳۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپکو وہیں دفنایا گیا جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ آپ کے عقیدتمندوں نے ایک عالی شان مزار تعمیر کیا جو روضہ امام بری سے مشابہہ ہے۔

سائیں نانگا ہلی والاؒ کا سالانہ عرس سال میں دو دفعہ منایا جاتا ہے۔ ایک چاند کے حساب سے ۱۸ محرم الحرام کو اور دوسرا ۳ مارچ کو کیونکہ اسی تاریخ کو آپ کا وصال ہوا تھا۔
کہا جاتا ہے کہ آپ کے خلفاء کی تعداد اٹھارہ تھی۔ آپکے پاس کوئی آدمی مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا تو شربت دم کرکے پینے کے لئے دیتے۔ ریاضت اور شریعت کی اتباع کا حکم دیتے۔ آپ کسی قسم کا نشہ نہ کرتے بلکہ مریدوں کو بھی نشہ کرنے سے منع فرماتے۔

امام بریؒ سے عقیدت ومحبت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی دعا کے لئے حاضر ہوتا تو پہلے شاہ لطیف بریؒ کے مزار اقدس پر حاضری کا حکم دیتے اور فرمایا کرتے کہ یہ جو فیض ہے وہ سرکار یعنی امام بریؒ کا ہے۔

شاہ لطیف برؒی کے والد گرامی

شاہ لطیف بریؒ کے والد محترم محمود شاہؒ اپنے زمانہ کے بلند پایہ بزرگ تھے۔ آپ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے موضع کرسال چو لیاں سے ہجرت کر کے موضع باغ کلاں (آبپارہ اسلام آباد) آگئے۔ جہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور یہیں ستاسی سال کی عمر میں ۱۰۸۲ھ بمطابق ۱۶۷۱ء میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آبپارہ مارکیٹ کے سامنے سروس روڈ (خیابان سہروردی) اور شاہراہ کشمیر کے درمیان مسجد الفقراء کے قریب ایک چار دیواری میں چار پختہ قبریں ہیں۔ ان میں ایک قبر شاہ محمودؒ کی باقی تین آپکی اہلیہ، صاحبزادی اور ایک صاحبزادے[1] کی بتائی جاتی ہیں۔

راقم الحروف کو کئی بار شاہ محمودؒ کے مزار پر جانے کا شرف حاصل ہوا یہاں سائیں مرزا، سائیں محمد، سائیں گوھر، سائیں کرامت اور سائیں فدا نے اپنے آپکو اس مزار کے متولیاں میں سے بتایا۔ ان کا تعلق شاہ شرف اور سائیں پیر بخش سے ہے۔

سائیں شاہ شرف کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ اٹک سے آئے تھے۔ ان کا اور سائیں پیر بخش کے مزارات (خیابان سہروردی) سروس روڈ کے ساتھ ہی بوہڑ کے

---

[1] شاہ محمود کے دوسرے صاحبزادے کا مزار مبارک کھلابٹ (سابقہ) ہری پور ہزارہ کے جانب مشرق قبرستان کے جنوب کی طرف تھا آپکو (رڑی والا) بابا بھی کہا جاتا تھا۔ یہ مزار اب تربیلا ڈیم کی وجہ سے زیر آب آچکا ہے۔

ایک پرانے درخت کے نیچے ہیں ۔

شاہ محمودؒ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے روایت ہے کہ اسلام آباد کے ابتدائی نقشے میں شاہراہ کشمیر شاہ محمودؒ کے مزار کے اوپر سے گزرتی تھی۔ جب ٹرک نکالنے کیلئے بلڈوزر مزار کے قریب لایا گیا تو وہ ٹوٹ گیا۔ انتظامیہ نے شاہ محمودؒ کی یہ کرامت دیکھی تو مزار کو مسمار کرنے کی بجائے سڑک کو قدرے خم دے کر مزار کے پاس سے گزار دیا ۔

شاہ محمودؒ صاحبؒ کے مزار اقدس پر لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں اور دامن مراد سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ مزار مبارک پر ایک شخص عبدالغفور سے ملاقات ہوئی وہ اپنے آپ کو مزار پر جھاڑو دینے والا بتاتا تھا عبدالغفور نے بتایا کہ اسکی والدہ کوکئی سال پرانا چنبل تھا وہ شاہ محمودؒ کے مزار پر حاضری دیتی اور چراغ سے تیل لگاتی رہی اب وہ بالکل ٹھیک ہے ۔

سید اعجاز حسین شاہ مشہدی کا کہنا ہے کہ مزار اقدس پر اس نے فالج زدہ افراد کو آتے دیکھا اور شاہ محمودؒ کی بدولت وہ کچھ عرصہ بعد ٹھیک بھی ہو گئے۔

شاہ محمودؒ کے مزار مبارک پر دوپہر اور رات کو باقاعدہ لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے جس کا انتظام یہاں کے زائرین کرتے ہیں۔ جمعرات، جمعہ کو اور دنوں کے علاوہ یہاں خاصا ہجوم ہوتا ہے ۔

Scanned with CamScanner

شاہ لطیف بریؒ کا وصال

شاہ لطیف امام بریؒ کا وصال ۱۱۱۷ھ ہجری، بمطابق ۱۷۰۵ء میں نور پور میں ہوا اور آپ کو اسی سرزمین میں دفن کیا۔ جسے آپ نے اپنی تبلیغ سے چور پور سے نور پور بنایا تھا۔ آپ کے اولین نصب نگار محمد شاہ مشہدی نے نسب نامہ شریف میں آپ کا سن وفات یوں لکھا ہے۔

وفات آن ولی راکنم آشکار
شدہ یک صد وهفت دہ یک ہزار
نشان قبر آں سراپائے نور
بہشتی مکان است در نور پور

روضہ مبارک :- دارالحکومت اسلام آباد کے شمال مشرق سرسبز و شاداب مارگلہ کے پہاڑوں کی آغوش میں نور پور شاہاں میں ایک ندی کے کنارے آپ کا روضہ اقدس ہے جو ایک وسیع و عریض احاطہ میں ہے۔ مزار مبارک کے ساتھ مشرقی جانب اس وقت جو میدان ہے، کبھی وہاں برآمدے نما مکانات تھے جو زائرین کے قیام و طعام کے لئے استعمال ہوا کرتے تھے یہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر جو آپ کا بہت معتقد تھا، نے تعمیر کروائے تھے اس نے آپ سے عقیدت کے اظہار کے طور پر آپ کے مزار مبارک اور اس سے ملحق مسجد کو بھی مغلیہ طرز پر تعمیر کروایا۔ جس کو اب شہید کر دیا گیا ہے۔

مزار شریف کے احاطہ کی بیرونی چار دیواری کے اندر ایک اور چار دیواری ہے جس کے اندر حضرت شاہ لطیف بریؒ کا روضہ مبارک ہے۔ اندرونی احاطے

کے جنوب اور مشرق میں ایک ایک دروازہ ہے جو بیرونی احاطے میں کھلتے ہیں جنوب کی طرف ایک اور دروازہ بھی ہے اسے عرس کے موقع پر ہی کھولا جاتا ہے۔

جنوبی دروازے سے داخل ہوتے ہی دائیں طرف چھوٹا سا حجرہ[1] ہے اور بائیں طرف ایک گنبد نما آتش کدہ ہے جسے "مچ" کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ اس "مچ" میں جناب بری امامؒ نے آگ جلائی تھی۔ اس مچ میں اب بھی آگ جلتی رہتی ہے۔ اس کی راکھ کو تبرک کے طور پر چاٹا جاتا ہے۔

روضہ کے اندر تربت شریف اوپر سے کچی ہے۔ اردگرد کچھ عرصہ قبل سنگ مرمر کی خوبصورت جالی بنائی گئی ہے۔ جس پر بیش قیمت غلاف پڑے رہتے ہیں۔

مزار کے بیرونی دروازہ پر ۷۰-۱۹۶۹ء میں محکمہ[2] اوقاف کی جانب سے شیشہ کا کام کروایا گیا۔ آئینہ کاری اور بیل بوٹے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ جیسے ابھی مغلیہ دور کے فنکاروں نے تیار کیا ہے۔ کئی عقیدت مندوں نے بھی آپ کے مزار مبارک کو خوبصورت بنانے اور رو پچیکاری کروانے کے کام میں تعاون کیا۔ لوح مزار ۱۹۶۴ء میں نصب کی گئی جس کی عبارت مولوی نظام الدین کاتب تیلی محلہ راولپنڈی نے لکھی

راولپنڈی ورکس چوک راجہ بازار کے ایک کار ندے محمد صادق نے کندہ کیا۔ مزار مبارک میں جانے کیلئے کچھ عرصہ قبل دو دروازے تھے جن میں سے ایک خواتین کیلئے مخصوص تھا۔ مزار کے اندر غربی دیوار کے طاق میں وہ تاریخی چراغ بھی رکھا ہوا تھا جس میں سوا سیر روز کے حساب سے اب تک ہزاروں من خالص گھی جل چکا ہے۔ اب یہ چراغ یہاں سے نکالکر مزار کے مغربی جانب شمال میں برآمدے کے کونے میں نصب کر دیا گیا ہے اسوقت

[1] اسے مال خانہ بھی کہتے ہیں۔

[2] محکمہ اوقاف نے مزار کے قریب دکانوں اور دیگر تجاوزات کو ہٹا دیا ہے۔ مزار پر جانے کیلئے ایک پل بھی تعمیر کروایا ہے۔ اب ایک سرائے بنانے کی تجویز پر غور ہو رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

مزار مبارک میں داخل ہونے کیلئے مردوں کے دو دروازے ہیں جبکہ تیسرا دروازہ خواتین کیلئے مخصوص ہے لیکن خواتین پر مزار مبارک میں داخل ہونے کی پابندی ہے۔

عرس مبارک :- حضرت شاہ لطیف بریؒ کا عرس مبارک ہر سال اپریل کے آخر یا مئی کے اوائل میں کسی مناسب اتوار سے انتہائی تزک و احتشام اور عقیدت و احترام سے شروع کر کے جمعرات کو ختم کر دیا جاتا ہے جس میں دور دراز علاقوں کے عقیدتمند ہزاروں کی تعداد میں شریک ہو کر اپنے اپنے عقیدے کے مطابق نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں اور امام بریؒ کے انوار و تجلیات سے مستفید ہوتے ہیں عرس کے موقع پر عقیدتمندوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔ یہاں نعت خوانی حسن قرأت اور محفلِ سماع کا خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے۔

وزارت مذہبی امور کی تحویل[1] میں آنے سے پہلے یہاں عرس کے موقع پر راگ و رنگ، رقص و موسیقی کی محفلیں اور دوسری غیر شرعی رسومات ہوا کرتی تھیں جن پر اب سختی سے پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

پچھلے چند برسوں سے محکمہ اوقاف اسلام آباد کے زیر انتظام عرس مبارک کا اہتمام پُروقار اور شایان شان طریقے سے ہوتا رہا ہے اور ایک جامع پروگرام کے تحت نور پور میں قرأت، نعت خوانی، ذکر فکر اور سماع کی نورانی محفلیں منعقد ہوتی رہی ہیں۔

شاہ لطیف بریؒ کا عرس مبارک ۱۹۶۱ء سے شروع ہوا۔

میلہ نور پور شاہاں :- اس سے قبل نور پور شاہاں میں ہر سال ایک میلہ لگتا تھا۔ ۱۹۰۷ء کے راولپنڈی ضلع کے گزیٹیئر (سرکاری جریدہ) میں ہے کہ یہ میلہ شاہ لطیفؒ کی زندگی میں بھی ہوتا تھا۔ اس میں مزید لکھا ہے کہ یہ میلہ جیٹھ کے مہینے میں یعنی مئی جون کی جمعرات کو لگتا تھا۔

---

[1] ۱۹۷۵ء کے اوائل میں وزارت مذہبی امور نے اس کی نگرانی کے فرائض سنبھالے۔

Scanned with CamScanner

مختلف ادوار میں یہ میلہ مختلف دنوں اور مہینوں میں لگتا رہا۔ ۸۴-۱۸۸۳ء کے ضلع راولپنڈی گزیٹیر کے مطابق یہ میلہ ۱۲ مئی سے شروع ہوتا تھا اور ایک مہینے تک لگا رہتا تھا۔

بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ یہ میلہ مارچ کے آخری ہفتہ سے مئی کے شروع تک کوئی سے بارہ دن اتوار سے جمعرات تک لگتا رہا ہے۔ پھر یہ میلہ (عرس) اپریل یا مئی کی کسی مناسب اتوار سے شروع ہوتا اور جمعرات تک ختم ہو جاتا تھا۔ ان پانچ دنوں میں حاضرین کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچتی تھی۔

اب یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آئندہ سے یہ عرس مبارک یکم بیساکھ سے پانچ بیساکھ تک ہوا کرے گا۔

طوائفوں کے مجرے:- ۱۹۷۵ء کے اوائل میں وزارت مذہبی امور نے شاہ لطیف بریؒ کے مزار اقدس کی نگرانی کا فرض سنبھالا۔ اس سے پیشتر عرس کے موقع پر غیر شرعی رسومات ہوا کرتی تھیں جن میں طوائفوں کے مجرے تک شامل تھے۔ طوائفوں کی ٹولیاں مل کر گاتیں جسے جھومر کہا جاتا تھا۔ عام طور پر طوائفیں " ہے جمالو۔ تیرے دندان گلو بندنی ہے جمالو کے ساتھ اپنی چار بتیاں لگاتی جاتیں۔

روایت ہے کہ یہ مجرے آغا میر جانی پشاوری کروایا کرتے تھے جو ایک مجذوب الحال قلندر تھے۔ طوائفیں شاہ لطیف بریؒ اور ان کے محبوب خلیفہ شاہ حسینؒ اور دوسرے بزرگوں کے مزارات پر نذرانہ عقیدت پیش کرنیکے بعد آغا میر جانی پشاوری کے پاس حاضری دیتیں اور پھر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جاتیں ان میں دہلی تک کی مشہور گانے والیاں ہوا کرتی تھیں۔

ڈالی:- سابقہ روایات میں سے تیج، دیا اور ڈالی کی رسومات اب بھی ہوتی ہیں۔ ڈالی سے مراد تحفہ ہے۔ ملک کے کونے کونے سے عقیدتمند ڈالیاں لیکر آتے ہیں ان میں پشاور کی ڈالی بہت مشہور ہے۔ یہ ڈالی ابوالبرکات سید حسن شاہ قادری پشاوریؒ کے گھرانے سے ہر سال عرس کے موقع پر تحفتہً مزار پر پیش کی جاتی ہے۔ جس میں رسم کے مطابق عرق گلاب کی اٹھارہ ۱۸ بوتلیں ہوتی ہیں۔ یہ ڈالی پشاور سے نور پور شاہاں تک پیدل لائی جاتی ہے۔ راستے میں مختلف مقامات پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد جب حسن ابدال کے قریب یہ قافلہ پہنچتا ہے تو ایک پوری رات بابا ولی قندھاری کے تکیہ پر گزارتا ہے نورپور شاہاں پہنچنے تک اٹھارہ میں سے سولہ بوتلیں رہ جاتی ہیں راستے میں ایک بوتل اٹک کے مقام پر روضہ شاہ نذر دیوانؒ پر پیش کی جاتی ہے جبکہ دوسری بوتل حسن ابدال میں حضرت بابا ولی قندھاری کے فقراء کو دے دی جاتی ہے۔ اس طرح سیدکسراں اور دیگر مقامات سے بھی ڈالیاں آتی ہیں۔ شاہ لطیف بریؒ کے اکثر عقیدت مند پاپیادہ بھی ڈالیاں لاتے ہیں۔

حضرت سائیں رجب علی قادریؒ جو سائیں ٹکہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ ہیں امام بریؒ کے سالانہ عرس پر باقاعدگی سے ڈالی بھیجا کرتے تھے جو سادہ اور مختصر ہوتی تھی لیکن اس کی شان سب سے جدا اور نرالی تھی۔ ڈالی میں گلاب کے پھول، عطر اور کچھ کھانے کی اشیاء ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی اب تک اسی خلوص اور عقیدت سے جاری ہے۔ ڈالی پیش کرنے والے درود وسلام کا ہدیہ نذر کرتے ہوئے دربار شاہ لطیف بریؒ پر حاضر ہوتے ہیں اور سکونِ دل و جان کی متاعِ لازوال سے جھولیاں بھر بھر کر لوٹتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

درگاہ شریف سے متعلق قدیم ترین ریکارڈ

سنہ ۱۸۵۳ء تا سنہ ۱۸۵۸ء

حضرت شاہ لطیف بریؒ کے چار طالبوں جن سے چار لڑیاں مٹھہ شاہی دونگ شاہی۔ عنائیت شاہی اور شاہ حسینی چلیں۔ ان کے چیلے مزار مبارک کے انتظام، آمدنی اور خرچ پر اکثر و بیشتر جھگڑتے رہتے ان کے یہ جھگڑے مختلف اوقات میں اس وقت کی عدالتوں میں بھی پیش ہوئے ان میں ایک مقدمہ سنہ ۱۸۵۳ء میں اور دوسرا اگست ۱۸۵۴ء میں مسٹر کربکرافٹ اسسٹنٹ کمشنر ضلع راولپنڈی کی عدالت میں پیش ہوا جنہوں نے اپنے فیصلے میں لکھا۔

تحقیقات سے ظاہر ہوا ہے کہ شاہ لطیف بریؒ کی پسری اولاد نہیں تھی جو فقیر (اس وقت) ان کی خانقاہ کے مجاور ہیں۔ وہ ان کے بالکوں (خلفاء) میں سے ہیں اور جملہ فقیران نور پور کی چار دہوہ ہیں۔

۴	۳	۲	۱
عنائیت شاہی	شاہ حسینی	دونگ شاہی	مٹھا شاہی

ان چاروں کے سپرد چار خدمت ھیں۔

Scanned with CamScanner

مٹھاں شاہی ــــــ گدی نشین

عنایت شاہی ــــــ کنجی بردار

دڈنگ شاہی ــــــ پنڈ ہارا کی تقسیم

شاہ حسینی ــــــ بطور وزیر صلاح و مشورہ (یعنی انتظام)

مزار کی آمدنی، خرچ اور انتظامات کے سلسلے میں ہر شاخ سے دو، دو افراد لے کر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جن میں

نجف علی۔ جعفر علی۔ نیاز علی۔ الہی (الہیا)، گاماں۔ امیر علی۔ شاہ ولی اور زمان علی شامل تھے۔

یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ نجف علی درگاہ کا سجادہ نشین ہوگا۔ نیاز علی کھانا وغیرہ کی تقسیم پر مامور ہوگا۔ زمان علی اور شاہ ولی کے پاس درگاہ کی چابی ہوگی۔ خلیفہ کے پاس سجادہ نشین سے زیادہ اختیارات ہوں گے اور بدستور قدیم ایک گیارہویں حضرت پیر صاحب اور سات پنڈ ہارا درگاہ وقت میلہ (عرس) کے موقع پر اور پانچ اتار ارد (آٹا)، روزانہ مسافروں کے لئے جاری رہیں گی۔ دربار میں میاں فتح نور نماز پڑھاتا رہے اور لڑکوں کو دینی تعلیم دیتا رہے۔ جو دیگ درگاہ کی ہیں وہ پنڈ ہار خانہ میں موجود رہیں۔ انہیں اپنے گھروں میں کوئی لے کر نہ جائے۔ دربار پر مہر علی فقیر جو اندھا ہے اس کو ایک سیر آٹا روزانہ درگاہ سے دیا جائے۔

سب انتظامات کے بعد میلہ (عرس) کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ چار لڑیوں کے افراد آپس میں تقسیم کر لیں جو کوئی اس پر عمل

نہ کرے وہ مجرم سرکار ہوگا کہ یہ مقدمہ ضلع میں فیصلہ ہوا اور نقل اس کی شامل مثل کی گئی۔

اس فیصلہ کے بعد راولپنڈی کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر منشی فیض بخش صاحب کی ہدایت پر حلقہ راولپنڈی کی پیمائش شروع ہوئی اور تحقیقات نمبرداری ہونے لگی تو اس وقت ایک مقدمہ بدعوئی وراثت اور دوسرا مقدمہ بدعوئی نمبرداری روبرو صاحب موصوف کے دائر ہوا۔ مثل نمبرداری میں منشی فیض بخش صاحب نے یہ رائے لکھی کہ یہ گاؤں جاگیر مصارف خانقاہ شاہ لطیفؒ کے واسطے معاف ہے اس گاؤں کی نمبرداری کے واسطے سب لوگ جو خادمانِ درگاہ سے ہیں دعوئی نمبرداری کرتے ہیں۔ اس کا نمبردار متقی اور ذہین شخص کو ہونا چاہیئے۔

۲۴ نومبر ۱۸۵۶ء کو ایک مقدمہ تحصیل دار راولپنڈی کے پاس شاہولی بنام جعفر علی۔ بابت دوکانات اور مکانات پیش ہوا جس پر بحث کے بعد تحصیلدار صاحب نے یہ رائے لکھی۔

جتنے فقیر اس درگاہ کے ہیں سب اپنے گھر کی فکر رکھتے ہیں جو کچھ جس کے ہاتھ آتا ہے وہ اپنے گھر لے جاتا ہے۔ درگاہ کی کسی کو خبر نہیں جو زمین جس کے قبضہ میں ہے وہ اس کا محاصل کھاتا ہے۔ اس درگاہ کے فقیروں کا ایک عجیب طریقہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی سر منڈواتا ہے وہ فقیر بن جاتا ہے اور دعوے دار ہو جاتا ہے چنانچہ دیکھا دیکھی بہت سے افراد سر منڈوا کر فقیر بن گئے اور دعوے دار ہو گئے۔ جب تک اس کا

انتظام بموجب رسمِ قدیم کے نہ ہو، جھگڑے ختم نہیں ہوں گے یعنی جو چار
ڈھوہ والے کے واسطے خوراک قدیمی مقرر ہے وہ بدستور قائم کی جائے
اور باقی ماندہ جو فقیر بعد میں بنے ہیں یا آئندہ بن جائیں ان کے گذارہ
کے لئے یہ تجویز ہے کہ باہر کے علاقوں سے جو نذر نیاز آئے اس پر وہ
گذارہ کریں ۔ آمدنی کل جائیداد نور پور شاہاں کے ایک کھتری بخشی کے
پاس جمع ہوا کرے گی اور چاروں شاخوں، ڈھوہ میں سے ایک ایک
شخص کو اختیار دیا جائے گا ۔ ان چاروں کی اجازت سے رقم خرچ ہوگی
مگر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ہر سال مزار اور مزار شریف کو آنے
والی سڑک کی تعمیر و مرمت ہوتی رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ یہاں
آئیں ۔ یوں فقیروں کے گذارے کے لئے نذرانہ، شکرانہ اور شیرینی
میں اضافہ ہوگا جس قدر آمدنی میں اضافہ ہوگا ان کا گذارہ اچھا ہوگا ۔
۱۸۵۹ء میں فقرائے شاہ لطیف بریؒ نے مل بیٹھ کر ایک دستور العمل تیار کیا ۔
جس میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ موضع نور پور شاہاں شاہ لطیف بریؒ
کی ملکیت اور وراثت سمجھی جائے ۔ انہوں نے خانقاہ عالیہ کے متعلق دستور
عمل کی گیارہ دفعات بھی مرتب کیں جن پر چاروں شاخوں کے گیارہ سرکردہ
افراد اور تین گواہوں کے دستخط ہیں ۔

ضلع راولپنڈی کے افسر مال امین چند نے ۱۲ ستمبر ۱۸۵۹ء کو کیمپ حسن ابدال
میں اس پر حکم لکھا کہ اسے مثلِ بندوبست قانونی میں شامل کیا جائے ۔ دستور العمل
کی دفعات قارئین کے استفادے کے لئے درج ذیل ہیں ۔

دستور العمل کا متن :- مابانکہ خلیفہ بہادر علی و جعفر علی و ستار علی و میاں نور و پیر بخش و میر فضل فقیران ڈیرہ مٹھا شاہی، نیاز علی، اکبر علی و نور فقیران دڈنگ شاہی و حیدر شاہ و غلام حسین شاہ حسینی و گاماں کلاں و شاہ ولی و امیر علی و بدل بخش و گاماں خورد عنایت شاہی خانقاہ شریف کے ہیں۔

جو کہ مابین ہم فقیروں کے جس قدر تنازعات نسبت وراثت دائر تھے۔ وہ تو فیصلہ ہوں گے لیکن نسبت امورات متعلقہ درگاہ کے جس کی تشریح ہم نیچے لکھیں گے۔ بابت اس کی ہم فقیروں کے اکثر بے انتظامی اور بے احتیاطی ہے اور اس بے انتظامی اور بے احتیاطی کے سبب سے ایک تو ہمارے مرشد کے مکان کی بدنامی ہے۔ دوسرے جو لوگ طالب اور مرید اس درگاہ کے ہیں وہ بھی ناراض ہیں تو اب ہم سب فقیروں نے متفق ہو کر بصلاح محمد گردا سطہ عمل درآمد آئندہ کے تجویز کر کے لکھ دیا اور کل فقیران شاہ لطیف میں یہ شرط قرار پائی کہ ہم جمیع فقیران بموجب مندرجہ دفعات اس دستور العمل پر قائم رہیں گے اگر کوئی خلاف اس کے کرے گا تو عدالت دیوانی اپنا حق رسی بموجب اس دستور عمل کرائے گا۔

دفعہ اوّل خلیفہ کے متعلق کیا کیا کام ہوتا ہے۔ ؟

جواب :- خلیفہ جو ہوگا وہ بطور افسر جملہ فقیروں کے سجادہ نشین اس درگاہ کا بنا رہے گا۔ مگر نسبت ہونے خرچ اخراجات ضروری کے یہ تمیز رہے گی۔ کہ تو مبور پر مہر تو خلیفہ کرے گا۔ اور منجملہ سربراہان ہر چار ڈیرہ سے سربراہ جو خلیفہ کے پاس موجود رہے گا۔ تومبور پر مہر کے ساتھ اس کی نشانی پڑے گی۔ اور وقت کرنے خرچ کے خلیفہ کو یہ کرنا ہوگا کہ چاروں ڈیرہ والوں سے ہی رائے

پوچھے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر ایک سے صلاح پوچھتا پھرے بمطلب یہ
ہے کہ یاروں ڈیرہ والوں میں سے وہاں خلیفہ کے پاس جو بیٹھا ہوا ہوگا اسکی
نیابتی تو مبوبہ پہ گرانی ہوگی۔

دفعہ دُوم

بھنڈارہ (کھانا) کا کیا انتظام ہونا چاہیے یعنی برتاوا کون کرے اور طعام کس کی معرفت تیار ہووے؟

جواب:۔ بھنڈارہ جو تیار ہووے گا وہ نیاز علی دونگ شاہی کی معرفت بنے گا۔ اور الٰہی بخش دونگ شاہی اس کو برتا وے گا اور کھلا ویگا۔

دفعہ سُوم

کنجی برداروں کو کونسی خدمت سپرد ہوگی۔؟

جواب: اول یہ عہدہ عنایت شاہیوں کے ڈیرہ میں پہ اب بھی نہیں کے ڈیرہ میں رہے یعنی کنجی توشا ہولی رکھے گا اور صبح و شام کے وقت سالوک کا پہنانا اور چراغ کا جلانا اور جھاڑوں دینا یہ کام گاماں خود کرے گا۔

دفعہ چہارم

شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر جو بشاہ حسینی ہیں اُن کو کیا خدمت دینی چاہیے

ان کے واسطے یہ خدمت دی گئی کہ جو میر حید شاہ ہے وہ تو ہر خرچ اخراجات پر نشانی اپنی کیا کریں گے۔ باقی رہا شاہ غلام حسین تو اس کے واسطے یہ عہدہ دیا گیا ہے کہ کل گانوسے جو وصول ہوا اور سوائے ایام میلہ کے جو روزمرہ چڑھاوا چڑھے اور جو چندر دن اور حق بوہا کی آمدنی ہووے اور کرایہ کی آمدنی ہووے وہ اُسی کے میول رہے گی مگر امیر علی عنایت شاہی پسر گاماں اس کے ساتھ شامل رہے گا۔

دفعہ پنجم

اگر کوئی جگہ شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ کے مرمت طلب ہوگی تو اس کے واسطے کیا تدبیر ہونی چاہیے (یعنی مزار شاہ

لطیف بری کی مرمت وغیرہ کس طرح کی جائے۔

جواب :- جو جگہ مرمت طلب ہو گی۔ وہ باجازت خلیفہ وبصلاح سربراہان ہر چار ڈیرہ کے مرمت کرائی جاوے گی۔

دفعہ ششم لمبردار جو اس جگہ تجویز ہوتے اکثر اونکو سرکار دربار میں بھی جانا پڑے گا۔ ونیز اکثر لوگوں کے مطالبات بھی ان کے ذمہ زیادہ ہو گی تو پس بلحاظ ان مراتب کے ان کے گزارہ کے لیے کچھ تجویز ہونا ضروری ہے اور خلیفہ کو کیا ملے گا۔ ؟

جواب : جس قدر اونکا گذارہ تجویز کر دیا گیا ہے۔ اوس کی تفصیل یہ ہے کہ خلیفہ کے آگے اوسکی گدی پر خواہ میلہ کے وقت خواہ آگے پیچھے جو کچھ چڑھے وہ اسی کا حق ہو گا اور ایک خدمت گار واسطے حقہ بھرنے وغیرہ کے جو خلیفہ کے پاس حاضر رہے تو ایک آثار آرد اور ایک چھٹانک روغن زرد سدا برات سے روزمرہ اوسکو ملے گا۔ اور ایک چھٹانک تیل روزمرہ واسطے چراغ جلانے کے اور ایک پاؤ تمباکو واسطے حقہ پیرن والوں روزمرہ ملتا رہے گا اور ایک آثار آرد اور ایک چھٹانک روغن گنج علی یعنی جو کوئی جاروب کشی کرے گا اوس کو ملے گا۔

اور خلیفہ کو واسطے پوشاک کے ١٠ روپے ... جعفر علی لیوے گا اور خلیفہ کا گذارہ سابق سے زیادہ ہو گیا ہے۔ یعنی کٹاریاں میں آگے اونکا کچھ دخل نہیں تھا تو وہ گانوں اب اونکو مل گیا مگر وہ حین حیات ہی جب تک واگذار ہے خلیفہ کو اور گذارہ نورپور سے نہیں ملتا۔ جس وقت وہ ضبط ہو جاوے تو کروال والی زمین علاوہ اس کے روپیہ کے خلیفہ کو ملے گی یعنی اوسکا پیداوار کھاتا رہے گا۔

اور جو لمبردار تجویز ہوتے ہیں اونکو پانچ روپیہ سینکڑہ جو سرکار سے

تجویز ہوتے ہیں وہ بھی ہمراہ مال جمع کرے گا اور اس میں سے ۸۰ روپیہ
اردن ڈیرہ کے لمبرداران کو بتفریق ملے گا۔ کیونکہ اور گذارہ اونکا بند ہوگیا

مٹھا شاہی	دونگ شاہی	عنایت شاہی
عہ ۲۰/۰	عہ ۲۰/۰	عہ ۲۰/۰
شاہ حسینی	ستار شاہ	جعفر علی
عہ ۲۰/۰	۱حصہ	۵حصہ

اور مامت ۱۰۰ روپیہ واسطہ خرچ جملہ فقیراں حسب حصص مندرجہ دفعہ ہفتم تقسیم ہوگا۔ اوس میں سب سے روپیہ کی زمین جو مکانات کے نامہ جس حصہ دار کو ملی ہوئی ہے وہ مجرا ملے گی اور فرد تقسیم اوس حصص کے آئندہ درج ہوگی اور جعفر علی مٹھہ شاہی نے بیان کیا ہے کہ اوس روپیہ میں سے اکبر علی کو بھی حصہ دوں گا۔ سو اسکو اختیار ہے اور اسی طرح ستار شاہ نے کہا کہ میں بھی فضل دین کو اپنے حصے میں سے دوں گا

دفعہ ہفتم | لمبرداران کا گذارہ تو ہوگیا مگر جو اور حصہ دار اس درگاہ تکے ہیں اونکو بھی بموجب حصص کے کچھ ملنا چاہیے یا نہیں ؟

جواب :- ان حصہ داروں کو بموجب حصص تفریق شدہ ہذا کے حصہ ملے گا۔ چنانچہ کل اونکا حصہ ۱۶ روپیہ فرض کر کے ہر ایک حصہ دار کا تفریق کیا جاتا ہے کہ بموجب اوس کے وہ اپنا اپنا حصہ پاویں گے یعنی جو کچھ ملے گا اسے تقسیم پر ہر ایک حصہ دار اپنا پاتا رہے گا۔ حصہ فرض کل ۱۶ مٹھا شاہی، دونگ شاہی، عنایت شاہی، شاہ حسینی۔

صہ ۱۵/۰ صہ ۱۵/۰ صہ ۱۵/۰ صہ ۱۵/۰

دفعہ ہشتم

اور تو کچھ تمیز نہیں تھی اولاد پسری بھی مالک تھی اور چیلہ بھی مالک بن جاتے تھے اب تو پسری اولاد کے واسطہ کچھ تمیز ہونی چاہیئے یا نہیں۔؟

جواب :۔ آئندہ کے واسطے یہ شرط قرار پائی کہ باوجود اولاد پسری کے طالبوں اور چیلوں کو ملکیت نہیں مل سکے گی۔ البتہ جس حصّے کے پسری اولاد نہیں ہوں گی۔ تو جو طالب اوسکا لائق اور مرشد کی خدمت میں حاضر رہا ہو اور مرشد نے بھی اپنا ورثہ اوسکو بخش دیا اور لکھ دیا ہو تو پھر ایسا چیلہ بھی مالک ہو سکے گا۔ لیکن اب اس وقت جو حصہ فقیران موجودہ کا لکھا گیا منجملہ انکے کیا پسر کیا چیلہ اور طالب وہ سب مالک متصور ہوں گے۔ کیونکہ یہ دستورالعمل جو تجویز ہوا تو واسطے عمل درآمد آئندہ کے تجویز ہوا ہے۔ مگر بعضے بعضے فقیران اس درگاہ کے زمینوں پر قابض ہیں اور زمینوں کی پیداواری کھاتے ہیں تو اونکا حصہ یہاں اس واسطے نہیں لکھا گیا کہ اس حصے کے عوض اونکو وہاں سے گذارہ پہنچ گیا ہوا ہے اور گذارہ بھی اونکا بنا ہوا ہے۔

اور جس شخص کا چیلہ بھی نہ ہو اور بیٹا بھی نہ ہو تو اوسکا حصہ اس کے حقیقی بھائی کو پہنچے گا اگر حقیقی بھائی بھی نہ ہو تو تایا یا چچا کے پسران کو پہنچے گا۔ اگر تایا یا چچا کے بیٹے بھی نہ ہوں تو جو اوس کے ڈھوہ میں سے قریبی دار اوس کا ہو اوسکو پہنچے گا۔

اگر بیٹا نہ ہو صرف چیلا ہی ہو تو بھی باوجود موجودگی بھائیاں حقیقی تایا یا چچا زاد بھائیاں کے اوس چیلہ کو حصہ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر وہ اصل حصہ دار روبروئے فقیران ڈھوہ والوں کو لکھ کر دے گیا ہو تو البتہ اوس چیلہ کو

پہنچے گا مگر اس شرط سے کہ چیلہ اسی ڈھوڈہ کا فقیر ہو دوسری ڈھوڈہ کا فقیر نہ ہو

دفعہ نہم — اگر کوئی شخص منجملہ فقیروں اور حصہ داران درگاہ سے چوری کرے یا غبن کرے تو ایسے شخص کے واسطے کیا تدارک ہونا چاہیئے۔؟

جواب :- جو شخص ایسا کام کرے گا تو گویا ایسا آدمی خانقاہ کا چور ہوا تو بس جو حصہ وہ خانقاہ سے پاتا ہے اوسکو اوس حصہ سے محروم کیا جاوے گا۔

دفعہ دہم — بدون وزن کشی ہر چیز کے بڑی بے انتظامی ہوتی ہے تو کوئی شخص واسطہ وزن کشی کے...... بنانا ضروری ہے تو کون آدمی اس کام کے واسطہ تجویز کیا جاوے۔؟

جواب :- پیارا سنگھ کھتری باشندہ نورپور شاہاں تجویز کیا گیا اور آئندہ اگر اور کوئی کھتری تجویز کرنا ہوگا تو بصلاح سب ڈھوڈہ والوں کے مل کر تجویز کیا جاوے گا۔

دفعہ یازدہم — جو خرچ برخرچ خانقاہ ہوتا رہے گا۔ اوسکا حساب کون رکھے گا۔؟

جواب :- جو آدمی حاکم تجویز کرے گا وہ ہی لکھے گا۔ مکرر آنکہ حساب آٹھویں روز کا...... سے بموجب تسار علی شاہ لکھ لیا کرے گا اور مہینے مہینے کا حساب چاروں ڈھوڈہ کے ممبر دار بیٹھ کر لکھ لیا کریں گے اور جو حساب جندراں یا خانہ شماری کا کرایہ یا آمدنی زمینوں کا ہوگا۔ اوسکے ـــــ پٹواری کے کاغذ میں لکھ دیا کریں گے

نوٹ :- دستور العمل خانقاہ شاہ لطیف بری ۲؍ ۱۲ر ستمبر ۱۸۵۹ء کو لکھا گیا تھا۔ اس میں املا وغیرہ کی غلطیاں ہیں اور تسلسل بھی نہیں لیکن کیوں کہ یہ قارئین کے استفادے کیلئے درج کیا گیا اس لئے عبارت میں اصلاح نہیں کی گئی

نہ اونکی انصرام سے بندوبست کا ذریعہ ہوگا - اور عمارت جو ہیں اون ہی کی بدولت
بنی گئی ہیں - نام اون سب عمارات کی یہ ہیں

سب حساب دار رعیت

کتابت ہی ہیں — دو دکانات ہی — مکانات ہی

[illegible] — صفو بیلے — نیلاہی — البا — قلعان — امرتلا — ساہوکار

نہ ملی

مقام کاران رہنہ اون ہیروں کی پاس تکیا رہیگا - اور ہیمون نے زبانی بیان کیا کہ سال بہ سال
سب حساب اون کی جرح کا سب کو سمجھا دیا کرتے - اور ینہ فیصلہ صاحب موصوف نے منظور
فرمایا مگر اس فیصلہ پر یہ ہی روی درج ہی کہ تا الفصال تعدیات معافی کی یہ فیصلہ کافی ہوگا
در بعد الفصال نسل تحقیقات جاگیر کی اس معافی کے تغیر تبدیل ہوا - تو صفدر
دہیرم رہنہ باقی رہیگا - وہ مطابق اوس کی تزلزل کی نہ جس حساب سے اب اونہوں نے
ادہیکی رہنہ اونکی ذریعہ کی ورثہ کی نکالدئی ہیں - اوسی حساب کی کمی کردی
ہو جاویگی - مگر چونکہ اس فیصلہ سے اونکو یہ تصور کرنا چاہی - کہ جو زمین معافی ہماری بزرگوں کی
ہم اس فیصلہ میں بحال رکھی گئی ہی - گویا کہ وہ ہمیشہ تک اسکی معاف ہو چکی - گوکہ وہ امر علاوہ اسکے
تحقیقات اندر ضبطی اوسکی باختیار سرکار تہی - اور جیسا کہ اونہوں نی فیصلہ میں ہر ایک جو دار

Scanned with CamScanner

ہزارہ کے لوک گیتوں میں شاہ لطیف بری رح کا ذکر ملتا ہے۔ یہ لوک گیت ماہیا کہلاتے ہیں جو پنجاب اور ہزارہ ڈویژن کے کسی بھی شہر یا دیہات میں کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ملتا ہے۔ ماہیا ہمارے لوک گیتوں کی مشہور ترین اور مقبول ترین صنف ہے اس کے موضوعات محدود نہیں ہیں اس میں خدا اور رسول سے والہانہ عقیدت و محبت بھی ہے اولیاء اللہ اور ان کے مزاروں سے لگاؤ بھی۔ روائتی بہادری کا اظہار بھی ہے اور حسن و عشق کے قصے بھی۔ ہیت کے اعتبار سے ماہیا دو ٹکڑوں میں بٹا ہوتا ہے جسے دو مصرعے کہا جا سکتا ہے پہلا حصہ دوسرے کے آدھے کے برابر ہوتا ہے۔

ماہیئے چونکہ عام انسانوں کی زندگی کے ہر زاویے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس لئے مدتیں گذر جانے کے باوجود ان میں ایسی تازگی ہے گویا آج کی تصنیف ہو۔ ماہیئے سینکڑوں سالوں سے سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں اور اسے عام بول چال میں بلا تکلف استعمال کیا جاتا ہے یوں اکثر ماہیئے تو ضرب المثل ہو چکے ہیں۔

امام بری کی شان میں ہزارہ کے لوک گیتوں کو سننے اور پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہزارہ کے لوگوں کو آپ سے کتنی والہانہ محبت تھی اور ہے۔

کوئی جوڑا تیتراں دا
بری دے میلے تے ہوسی میلہ متراں دا
یعنی تیتروں کا ایک جوڑا ہے ۔ بری امامؒ کے میلے پر دوستوں کا میلاپ ہوگا

طوطے آں پا چوری
بری ہیں منت منی میری حاجت کر پوری
یعنی طوطے کو چوری ڈال رہی ہوں ۔ بری سرکارؒ میں نے منت مانی ہے میری حاجت پوری کرنا ۔

منہ فرضی روزہ ای
اُتے وے خدا وسدا تلے بری امام دا روضہ ای ۔
میں نے فرض روزہ رکھا ہوا ہے ۔ اوپر خدا رہتا ہے اور نیچے بری امام کا مزار ہے ۔

کنڈکاں دی لا ڈھیری
کھلاں روضہ بری امام اُتے تے منگاں خیر تیری ۔
تم گندم کی ڈھیری لگا دو ۔ میں بری امام کے روضے پر جاکر تمہارے لئے عافیت کی دعا مانگوں گی

سپ چڑھ گیا کیلے تے
تیرا میرا میل ہوسی بری امام دے میلے تے
یعنی سانپ کیلے کے درخت پر چڑھ گیا ۔ تمہاری اور میری ملاقات بری امام کے عرس پر ہوگی

گھڑے اُتے ترامی آں

بری دا بابے نے سارا لوک سلامی آں ۔

یعنی گھوڑے کے اوپر محنک (ترامی) ہے ۔ بری امام کے حضور ہر مکتبہ فکر کے افراد سلام کرنے کے لئے حاضری دیتے ہیں ۔

آناں جانا نہیں

اسی کدی بھل جاواں بری اساں بھلانا نہیں ۔

یعنی ہم نے آنا جانا چھوڑ دیا ہے ۔ اگر ہم کبھی بھول بھی جائیں لیکن بری امامؒ ہمیں نہیں بھلاتے اُن کی نظر کرم ہم پہ ہمیشہ رہی رہتی ہے ۔

ہندکو زبان میں شاہ لطیف بریؒ کو خراج عقیدت

مولوی محمد آزاد مرحوم کوہالا بالا ایبٹ آباد ہزارہ ڈویژن کے رہنے والے تھے ۔ ان کے کلام سے اقتباسات درج ذیل ہیں ۔

بری امام فقیری اندر عالی منصب پائے

بری امام ہزاراں تائیں رب تھیں فیض دوائے

بری امام کرامت اپنی جگ وچ کھنڈائی

بری امام فقیری والی منزل نوں پہنچائی

بری امام شریعت اندر جان کیتی قربانی

بری امام طریقت اندر آیا قطب ربانی

بری امام حقیقت اندر رب دا عارف آیا

بری امام ہو عارف رب دا غوثی خلقت پایا

بری امام کرامت والا جگ وچ نور کھنڈایا

ہو متوکل رب سچے تے درجہ عالی پایا

Scanned with CamScanner

شاہ لطیف بریؒ نے جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں میں سلوک کی منازل طے کیں اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی محمد آزاد مرحوم فرماتے ہیں۔

حضرت بری امام صاحب اٹھ جنگل ہوئے روانہ
ماپیو چھوڑ گراں اٹھ چلے آکھیا پانی دانہ
آج کل لوک زمانے اندر جھوٹیاں لافاں مارن
فقر فقیری مول نہ ہو دے ڈٹھے جھڑا سارن
کپڑے صاف اتارن تن تھیں ننگے ھو کے بندے
لافاں مارن لوکاں آگے جھوٹیاں باتاں کہندے
کوئی کہندا میں طلب فقیر دی نوکری اپنی چھوڑی
جب دنیا دی چھوڑ تمامی رب ول گردن موڑی
کوئی کہندا میں وطن اپنے وچ کردا ساں سرداری
طلب عشق وچ عیش گمائی پکڑی ذلت خواری
رب دے بندے دنیا اندر شرک ریا تھیں ڈردے
تاں پھر آخر دنیاں اُتوں عشق سلامت کھڑدے

پنجابی/پوٹھواری شعراء کا امام بریؒ کو نذرانہ عقیدت

اقتباسات از کلام قاضی محمد اشرف رحمتہ اللہ علیہ نمسیر شریف

(۱) بسم اللہ میں گھول گھماواں اے دلدار پیارے
شاہ لطیف مشہدی سائیں واہ واہ پیر ہمارے
وچ دربار تساڈے آئی اے سخیا دلدارا
رّدیں نائیں عاجز نائیں ایہ مسکین بے چارہ

نقص قصور بتیرے میرے حد حساب نہ کوئی
ڈھکو عیب میرے یا سائیاں جو کجھ میں تھیں ہوئی
رحمت بلہیا ڈُ حضرت وچ حضور بلاڈُ
کرم کرو سلطاناں میں پر دلبر نال ملاڈُ
تسیں پیارے رب دے دوست کرو سفارش میری
لگے شوق پیارے والا عشق کیتی ڈھیری

۲۔ نور پورے دی بستی اندر شاہ لطیفؒ پیارا
عالی درجہ رب نے دتا رب دا بہت پیارا
شاباشا کرن پکھیروں سوہنے نال آوازاں
شاہ لطیفؒ پیارے رب دا واقف راز نیازاں
نور پورے دی بستی اُتے وَسّے نور پیارا
سوہنا سوہنے روضے والا شاہ لطیف سہارا
شاہ لطیف پیارے رب دے سوہنا فقر کمایا
شاہ لطیف مشہدی تائیں دوست رب بنایا
سوہنا سخی سخاوت والا سائل لکھ ہزاراں
جو در نال صدق دے آیا ملدا نال پیاراں
خالی کوئی نہ در تھیں جاوے ایڈ سخاوت
واہ واہ شاناں والا سوہنیا تیری شان ودھیری

ہندکو پنجابی حرفیاں

چور پور نوں نور و نور کیتا واہ وا رونق اُس دربار دی اے
نالے جنگل نوں منگل بنادِتا چہل پہل خوب اُس بازار دی اے
پاک وطن وچہ پھیلی خوشبو جس دی واہ وا خوشبو اس گلزار دی اے
سکے درخت نوں اشرف ہرا کیتا ایہ طاقت بھی بری سرکار دی اے

(ملک اشرف سفری)

ل: لہر لطیف دی بحر ہوندی جیندے نور تھیں چور پور نور ہویا
دگے نہر شراب طہور والی ساقی کوثر تے جام ضرور ہویا
روضہ کعبہ ہے صوفیاں سالکاں دا سر وجنت چناظہور ہویا
دامن پکڑ لطیف ستار بخشا شر نفس شیطان دا دور ہویا

(سائیں ستار بخش)

نور پور دا نور برسے جو کہ برّی دا عالی مزار تکیا
ادہر نور دی نہر ہمیش جاری چشمہ فیض دا سر بازار تکیا
نامراد بھی پاون مراد کیوں نہ لطف دا رلطیف سرکار تکیا
اکبر ہر میدان میں برّی، بری کل اولیاں دا سردار تکیا

(صوفی سعید اکبر قادری)

بری امام بھی لقب شاہ دا برّی کردا محبّاں نوں کارکولوں
درجہ ملیا ہے نائب ولایتی دا کل انبیاں دے سرکارکولوں
زندہ پیر دے سخی لطیف طالب لیا چھانڈہ واہ مرشد سرکارکولوں
مثل جنت دے نُورپور نُور ہویا۔ کُھلے جنت آندے مزار کولوں

(از کلام شیخ دیوان علی)

تیری شان دی بڑی دھوم سُن کے میں کنگال کمینہ در آن ڈگیا
دکھاں چار جو فیریوں پائے گھیرے میں بسمل ہو کے نیم جان ڈگیا
میرا ھور وسیلہ کوئی آسرا نہیں بے کس بے سروسامان ڈگیا
بری امام آیا مراد لے کے حسن کر کے ایہہ عہد و پیمان ڈگیا

(محمد حسن)

ث۔ ثابتی دا شیشہ رکھ کے تے دیکھ۔ ایہہ گل آسی گلزار دا ای
باغِ وحدت دے گلاں دا گلدستہ تے خوشبو ہدایت دی ماوا ای
ہوندے شیراں دی نسل سی شیر بچے۔ اصل نسل سی قاتل کفار دا ای
گو شواہ عرش لطیف سائیاں آبے شک وارث ایہہ بھی ذوالفقار دا ای

ف۔ فقیر پہاڑی تے پوٹھوہاری گھیبے کھاٹر لشوری پٹھان آندے
کجھ پنجابی بنگالی نے مدراسی
ھندوستانی چھڈ کے ھندوستان آندے
پوزلی، گورکھی، گورے، شکارپوریئے
کاشمیری وی ہو کے روان آندے

شاہ لطیفؒ دو لہے دے سلام کارن
سائیناں ! رل کے ہندو مسلمان آندے

شاہ لطیفؒ و شاہ چن چراغؒ

ش ۔ شاہی اُدھر لطیفؒ دی اے
اِدھر فیض دا چشمہ حضورؒ سی اے
رُخ عارض ضیا دا اک ذرّہ
روشن کئی درجے برق طور سی اے
شمس قمر فلک دے تاریاں میں
تاب آپ دے حسن معمور سنی اے
جس نوں حق نے سراج المُنیر کیتا
چن چراغؒ بھی سائیاں اسی نور سی اے
(کلام سائیاں احمد علی پشاوری مرحوم)

اردو ادب میں سرکار امام بریؒ کو گلہائے عقیدت

شاہ لطیف بریؒ جن کی تبلیغی سرگرمیوں سے خطۂ پوٹھوار اور ارد گرد کے دیگر بہت سے علاقوں میں جاء الحق وزھق الباطل کا سماں پیدا ہوگیا۔ یہاں آپ کی تبلیغ سے توحید کا نور پھیلنے لگا اور شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ھندکو، پوٹھواری پنجابی کے علاوہ اردو اور کئی علاقائی کی زبانوں کے شعراء نے بھی زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ چند مشہور اور معروف شعراء کا کلام درج ذیل ہے۔

نور حقانیت کی جلوہ گری
فقر جس کا نشان تاجوری
رہرو جذب و خضر راہ سلوک
شاہ عبداللطیف امام بریؒ

یہ رباعی ممتاز شاعر اور ادیب سید فیضی جالندھری کی ہے۔ سید فیضی نے امام بری کے حضور اپنی ایک منقبت میں نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا۔

بری امام شاہ لطیف، عابد خدا
مسند نشین زہد، چمن بند اتقا
آلِ نبیؐ کے باغ کی کھلتی ہوئی کلی
ملتا ہے جس کا موسیٰ کاظم سے سلسلہ
چالیس سال جس نے جذب میں گزار کر
روحانیت سے پالیا عرفان کا راستہ

وہ جس کی ابتدا ہوئی جلوؤں کے نور سے
عرفان ذاتِ حق پہ ہوئی جس کی انتہا
تھا رہگذار وادیٔ پُر خار معرفت
دی اس نے شمع علم سے پوٹھوار کو ضیا
حسنِ عمل کو دکھا کر اپنی کرامتیں
چوروں کی سرزمین کو بھی نور پور کیا
شوقِ عبادت ایسا کہ دریا کو بھی ہے ناز
پانی کی تہ میں بیٹھ کے سجدے کئے ادا
اس پر بھی جذب و کیف کا عالم میں تھا خیال
جو حق عبودیت کا تھا پورا نہ ہو سکا
اس بادہ الست کے پیمانہ کش سلام
تجھ پر درود اہلِ طریقت کے رہنما
اب تک ترا مزار ہے سرچشمۂ فیوض
کیونکر نہ تیرے نام کو حاصل رہے بقا
فیضیؔ عقیدتوں کے میں لایا ہوں چند پھول
تیری قبولیت کا شرف ہو انہیں عطا

ایک بزرگ شاعر و ادیب محمد سبطین شاہجہانی نے
امام بریؒ کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے کہا۔
بری امام طریقت کے آفتاب و قمر
بری امام کہ ہیں قبلہ گاہ اہلِ نظر
اُجالے ملتے ہیں ان سے وفا سرشتوں کو

بلندیوں پہ بٹھاتے ہیں زیر دستوں کو

یہ نور پورا نہیں سے مقام نور ہوا

انہی کے لطف و کرم کا یہاں ظہور ہوا

مہک رہا ہے وفاقی بہار کا آنگن

بری پیا کے کرم کا کھلا ہوا ہے چمن

یہیں سے ملتی ہے مشکل کشائیوں کی نوید

ہر ایک شام سعادت ہر ایک روز سعید

یہیں پہ مہر و محبت کے دیپ جلتے ہیں

متاع فیض کے چشمے یہیں اُبلتے ہیں

مزار پاک ہے سرچشمۂ سخا و کرم

دل و نگاہ کی تقدیس ہے قدم بہ قدم

یہاں کی خاک کے ذروں میں بھی ہے رعنائی

یہ خاک وہ ہے بنی ہے جہاں جبیں سائی

انہی کے فیض سے ہے کشتِ آرزو بھی ہری

سلوک و جذبہ کے ہیں تاجور امام بریؒ

بہارِ سلسلۂ قادری ہے ان سے حسین

یہی ہیں خاتم تقویٰ کے دل طراز نگیں

مہکتے پھول ہیں یہ کاظمی گلستاں کے

یہی چراغ ہیں سبطین قصر ایماں کے

ممتاز شاعر صادق نیازی شاہ لطیف بریؒ کو ہدیہ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔

تیری جناب میں رقصاں تجلیوں کی فضا
تیرے مزارِ مقدس پہ رحمتوں کا ورود
اگرچہ دیدۂ ظاہر نما میں ہیں غائب
رہیں گے تا بہ ابد کشتگانِ حق موجود
سکونِ قلب عطا کر کہ تو ہے آلِ سخی
ہے تیرے ہاتھ میں الجھے ہوئے دلوں کی کشور
تڑپ رہا ہوں زمانے کی چیرہ دستی سے
نگاہِ لطف بہ فرما بہ جانِ غم فرسود

اردو، پنجابی، عربی اور فارسی کے ممتاز شاعر بشیر حسین ناظم نے ایک منفرد انداز میں امام بریؒ کے حضور عقیدت کے پھول یوں نچھاور کئے۔

پیکرِ آگہی امام بریؒ
منظہرِ دلبری امام بریؒ

لمعۂ جلوہ فیوضِ نبیؐ
نورِ مولا علیؓ امام بریؒ

نازشِ دودمانِ مصطفویؐ
کاظمی مشہدی امام بریؒ

لختِ جگر رضاؓ و امام ہدیٰ
نورِ چشمِ تقیؓ امام بریؒ

عظمتِ سالکانِ جادۂ شوق
جوہرِ عاشقی امام بریؒ

درِ شہوارِ بحرِ عرفانی
گوہرِ زندگی امام بریؒ

ہے شہی، سروری امام بریؒ
آپ کی چاکری امام بریؒ

آپ کے آستاں سے ملتی ہے
دولتِ سرمدی امام بری

عرض کیجئے جنابِ باریؒ میں
قوم کی بہتری امام بریؒ

قلبِ تاریک چشمِ اعمیٰ کو
ہو عطا روشنی امام بریؒ

Scanned with CamScanner

مایۂ عافیت، سکون ملے — دور ہو بے کلی امام بریؒ
ابر یاس و ہراس چھٹ جائے — محو ہو ابتری امام بریؒ
ہر طرف نور کے اجالے ہوں — شاد ہو زندگی امام بریؒ
پھیل جائے فضاؤں میں ہر سو — راحت و لغمگی امام بریؒ
خطۂ ارض پاک پھر سے بنے — مامن آشتی، امام بریؒ

اے مجیب دعائے قلب سلیم
کن قبولش طفیل نور قدیم

میجر عبدالمجید صدیقی قادری نے شاہ لطیف بری کے حضور ہدیہ عقیدت یوں پیش کیا۔

عاجزوں کا سلام لو آقا
ناقصوں کا سلام لو آقا
ہم گناہ گار ھیں آقا
کیجیئو ہم پہ کچھ کرم آقا
ہم پہ نظرِ کرم بھی ہو جائے
تیرے دربار پر سبھی آئے
کچھ پاس نہیں جز گناہوں کے
آس امید لے کے ہم آئے

تم امامِ بری ہو اے شاہا
اس لئے تیرے در پہ میں آیا
میں ہوں کیا چیز کچھ نہیں مجھ میں
سر پہ گٹھری گناہوں کی لایا

تیرا تو فیض عام ہے بریؒ

فقر کا تو امام ہے بریؒ

تجھ کو احمد نے خود نوازا ہے

تو جوان کا نواسہ زادہ ہے

تجھ کو حیدر نے خود ولایت دی

اور حسنین نے جو بیعت لی

پیر بغداد نے تجھے پالا

اس لئے سب سے تو اعلیٰ

تیرے فیض کرم کی دھوم ہوئی

سب پکاریں تجھے بریؒ بریؒ

اپنے مرشد کی آرزوؤں کے ساتھ

ہم عقیدت کے پھول لائے ہیں

ہو قبول ہدیۂ درود و سلام

السلام اے لطیف پاک سلام

سرائیکی زبان میں نذرانہ عقیدت :-

اردو، پنجابی / پوٹھواری اور ھندکو کے علاوہ سرائیکی میں بھی امام بریؒ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ سرائیکی کے نوجوان شاعر شیدا چشتی نے شاہ لطیف بریؒ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔

کراں جند وار میں تئیں توں بری سرکار سوہنا سئیں

کرم دی جے نظر تھیوے تاں بیڑے پار سوہنا سئیں

نیاز عشق دے پیالے پیتے مستاں نے بھر بھر کے
گیا نہ خالی ایں در توں کوئی میخوار سوہنا سئیں

لکھاں صوفی تے کئی عاشق تہاڈے فیضاں دے منگتے
پھرن پے وانگ سودائیاں تہاڈے دربار سوہنا سئیں

اے نگری ہے بری سئیں دی اتھاں رحمت خدا دی ہے
کرم دی تھیندی ہے بارش اتھاں چو دھار سوہنا سئیں

اشارہ جے کردتاں سئیں اے اجڑیاں جھلکاں دس پو دن
ٹکے دن تعمی دیمن شیدا چمن گلزار سوہنا سئیں

○

حرفِ آخر

حضرت شاہ لطیف المعروف بری امام رحمۃ اللہ علیہ کی شبانہ روز کوشش و کاوش کے باعث ہزارہا لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ امام بریؒ ایک ایسے درویش تھے جن کی ذات بابرکات میں علم دین اور عشق الٰہی دونوں کا حسین امتزاج تھا۔ آپ کو ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے جو کمال درجے کا عشق تھا اس کا اندازہ آپ کی ان بے شمار بیٹھکوں سے ہوتا ہے جن میں نماز کی جگہ قبلہ رُخ بنی ہوئی ہے اور زیادہ تر ان بیٹھکوں کے قریب پانی بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو نماز اور تلاوت قرآن کریم فرقان حمید سے خاص طور پر شغف تھا۔

شاہ لطیف بریؒ نہ صرف لوگوں کو اسلامی تعلیم سے بہرہ ور کرتے اور نسل در نسل چلے آنے والے شرک اور بت پرستی کا استیصال کرتے بلکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے لوگوں کے تزکیہ باطن کا اہتمام بھی کرتے۔

آپ لوگوں کو توحید و رسالت کا پیغام دیتے۔ صوم و صلوٰۃ کی تلقین کرتے۔ اُن کے سامنے اسلام کے سیدھے سادے اصول بیان فرماتے۔ یہ آپ کی مسلسل اور پرخلوص تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہی تو تھا کہ بت پرست قبائل اور مشرک خاندان یکے بعد دیگرے

اسلام قبول کرتے چلے گئے۔ خطۂ پوٹھوار اور ارد گرد کے دیگر بہت سے علاقوں میں آپ کے انوار و تجلیات سے توحید کا نور پھیلنے لگا۔

شاہ لطیف بری رح کی سیرت و شخصیت بلاشبہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہدایت ہے۔ آپ کی گراں قدر دینی خدمات ہمارا بیش بہا ملّی سرمایہ اور آپ کی بصیرت افروز تعلیمات ہمارا انتہائی قیمتی روحانی اثاثہ ہیں

دعا ہے کہ رب العزّت ہمیں بزرگان دین کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی میری زندگی کا منتہائے مقصود رہا ہے! اسی پر میں اپنا انجام چاہتا ہوں

سیّد آلِ احمد رضوی

ایبٹ آباد

۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

۵ فروری ۱۹۸۰ء

آراءِ گرامی

انوارِ لطیفؒ

- صحافیوں
- ادیبوں
- علمائے کرام
- اساتذہ

اور

دانشوروں

کی نظر میں

Scanned with CamScanner

سید آل احمد رضوی کے زمانہ طالب علمی سے ہی ایک استاد
کی حیثیت سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اگر حالات موافق رہے
تو وہ ایک اچھے لکھنے والے ایک اچھے ادیب کی حیثیت سے
ابھریں گے ۔ کالج کے زمانے میں ان کی قوت گویائی اور اسلوب
تحریر کے جوہر کھلنے لگے ۔ میں نے درس و تدریس سے
سبکدوشی کے بعد اپنے لئے صحافت کو منتخب کیا اور ہزارہ
ڈویژن کے صدر مقام، مہکتی ہوئی فضاؤں کے شہر ایبٹ آباد
سے "ہفت روزہ نشیمن" نکالا تو اس با صلاحیت شاگرد نے
اس میں مضامین لکھنے شروع کئے اور آگے چل کر وہ صحافت
سے منسلک ہو گئے ۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے ایسے گراں قیمت
ہیرے کی تراش و خراش میں حصہ لیا ۔

اس سے بھی زیادہ باعث مسرت امر یہ ہے کہ سید آل احمد رضوی
نے تصنیف و تالیف کی دنیا میں قدم رکھا تو اپنی پہلی کوشش
کے لئے برصغیر کے ایک چوٹی کے صوفی اور ولیِ کامل کو منتخب
کیا کیونکہ

اے خوش آں عقل کہ بنیائے دو عالم با اوست
نور افرشتہ و سوزِ دلِ آدم با اوست

ان کے پیچ و تاب رازی کے مقابلے میں سوز و ساز رومی
کو منتخب کرنے کے ضمن میں ان کے حسنِ انتخاب کو بے اختیار داد دینے
کو دل چاہتا ہے ۔ یہ قابل قدر اور عظیم لوگ جو کفر زار ہند میں
اسلام کی ضیا باریوں کا سبب بنے ان کے عظیم کام کو خراج تحسین
پیش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے لئے انکی کی

Scanned with CamScanner

گئی کوششوں کو کتابی صورت میں محفوظ کیا جائے تاکہ اسلام کی موجودہ اور آئندہ نسلیں ان کی عظمت کو جان کر ان کے نقش قدم پر چل سکیں۔

عزیزم آل احمد رضوی کو بحر تصوف کے عظیم شناور حضرت شاہ لطیف بری کی سوانح حیات کو ترتیب دینے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ انہیں خوشہ چینی کے لئے کئی کتابوں کو کھنگالنا پڑا ہے نہ جانے کتنی راتوں کی شب بیداری اور کتنے دلوں کی تگ ودو کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آیا ہوگا۔ بے اختیار ان کے اس بڑے اور تحقیقی کام کو خراج عقیدت پیش کرنے کو دل چاہتا ہے۔ امید ہے کہ ایسی مفید کتاب جلد ہی شائع ہو کر بزرگان دین کے معتقدین کے ہاتھوں میں آئے گی۔ ساتھ ہی میں اور عزیزم آل احمد رضوی کے دوسرے احباب یہ خواہش رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ اس کتاب کو شائع کرنے کے بعد وہ تصنیف و تالیف کی دنیا میں آگے بڑھتے رہیں گے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مخلص

ملک غلام ربانی مدیر اعلیٰ ہفت روزہ نشیمن

و صدر پریس کلب

ایبٹ آباد

سید آل احمد رضوی نے حضرت شاہ لطیف بریؒ کی زندگی کے حالات شائع کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے یہ ایک مستحسن اقدام ہے ۔ اس سے قبل میری نظر سے ایسی کتاب نہیں گزری جس میں حضرت امام بریؒ کی زندگی کے اتنے مکمل حالات درج ہوں ۔ رضوی صاحب نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں کافی محنت کی ہے اور ان کا یہ جذبہ قابل تعریف ہے ۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب طباعت کے مراحل طے کرنے کے بعد جب شائع ہوگی تو اسے بہت پسند کیا جائے گا ۔

رضوی صاحب کو ابتداء سے ہی تحریر و تقریر میں ملکہ حاصل رہا ہے اور ان کا صحافت سے بھی گہرا لگاؤ چلا آتا ہے ۔ سماجی سرگرمیوں میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ وہ آئندہ اپنی تحقیق کا سلسلہ جاری رکھیں گے ۔ میں ان کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں ۔

غلام جان طاہر خیلی

صدر
ھندکو اکیڈمی پاکستان .
وایڈیٹر "جمہور" ایبٹ آباد

Scanned with CamScanner

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٥

انوار لطیف یعنی تذکرہ شاہ لطیف بریؒ مصنفہ سید آل احمد رضوی دامت برکاتہ کے بعض مقامات کو بغور پڑھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ فاضل مصنف نے بڑی کاوش، محنت اور کوششوں سے کتاب مذکورہ کو مرتب کیا۔ موصوف کے قلم میں روانی، تحریر میں سادگی اور واقعات میں پختگی ہے، انداز بیاں میں ایسی نفاست، لطافت اور جاذبیت ہے کہ شروع کرنے والا بغیر ختم کئے نہیں رہ سکتا۔ موصوف ابوالخیر سید آل محمد رضوی مرحوم کے فرزند ہیں جو ایک متقی پرہیزگار اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے اور جن کا تعلق ایک بڑے علمی گھرانے سے ہے اس لئے یہ سب اسی گھرانے کے فیوض و برکات ہیں۔

سید آل محمد رضوی (مرحوم) کا اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت، محسن اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ سے گہرا تعلق تھا۔

دعا ہے کہ مولا پاک اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے صدقے اور اولیائے کاملین کی نظر عنایت سے مصنف کی علمی صلاحیتوں کو مزید ترقی بخشے اور ان سے ملک و ملت کو فائدہ پہنچائے (آمین)

رقمہ بقلم ابوالوفا مفتی سیف الرحمٰن قادری برکاتی
صدر مدرس دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ
مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۸۰ء

حج کانفرنس ۱۹۸۰ء کے مبارک و مسعود موقع پر برادرم سید آل احمد رضوی سے ملاقات ہوئی اور ان کی زیر ترتیب کتاب "انوار لطیف" کے صفحات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ برادرم سید آل احمد رضوی نے اس کم عمری میں جس ذوق کا مظاہرہ کیا ہے وہ ان کے لئے بڑی سعادت ہے۔

زیر تذکرہ کتاب شاہ لطیف المعروف امام بری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مبارکہ ہے اور اس کے مضامین بڑی تحقیق و کاوش کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ بیان سادہ اور دل کش ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ادبی حلقے برادرم سید آل احمد رضوی کی اس کاوش کو سراہیں گے اور حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت انھیں دین کی خدمت کے اور مواقع عطا فرمائے۔

(آمین)

مفتی محمد حسین قادری
مہتمم
دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر
۵ر جنوری ۱۹۸۱ء

الحاج شمیم الدین
مدیر
ماہنامہ اہلسنت کراچی
۵ر جنوری ۱۹۸۱ء

انوار لطیف مشہور صوفی بزرگ اور سلسلہ قادریہ کی اہم شخصیت حضرت شاہ لطیف بریؒ کا تذکرہ ہے جسے نوجوان فاضل مصنف سید آل احمد رضوی سلمہُ اللہ نے ترتیب دیا۔ جس میں انھوں نے ایک محقق، مصنف کی خصوصیات کو اپنانے کے لئے کوشش فرمائی ہے اس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔

میں نے "انوار لطیف" کے مختلف ابواب کا مطالعہ کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مصنف، تذکرہ نویسی کے موضوع پر مزید کامیابیاں حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ رضوی صاحب کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔

(آمین)

مولانا محمد عبد القیوم ہزاروی
ناظم اعلیٰ
جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس پاکستان
اندرون لاہوری گیٹ لاہور
۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء

حضرت شاہ لطیف بریؒ کی حیات اور ان کے مشن تبلیغ پر میں نے سید آل احمد رضوی کی تالیف کا جا بجا مطالعہ کیا ہے۔ مؤلف کی کاوش ستائش و تحسین کی سزاوار ہے۔ انھوں نے بڑی جانکاہی سے حضرت امام بریؒ کے

حالات زندگی کو یکجا کیا ہے۔

سیّد آل احمد رضوی نے اچھا کیا ہے کہ حضرت امام بریؒ کے کشف و کرامات کے ذکر جمیل پر ان کے مکارم اخلاق اور تعلیمات کو اُجاگر کرنے پر اپنی ساری توجہ مرکوز رکھی۔ اور اس میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ میں انھیں ان کی اس علمی و تحقیقی کاوش پر مبارک باد دیتا ہوں۔

دعا ہے کہ خلق خدا اس کے ثمرات سے بیش از بیش مستفید ہو۔

محمد رمضان ملک

ایڈیٹر ساربان "مستونگ بلوچستان

٥

سیّد آل احمد رضوی کی کتاب "انوار لطیف" اہل ذوق کیلئے جاذب قلوب اور اہل علم کے لئے روحانی ضیاء کی باعث ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے حبیب رحیم کے توسل مؤلف کے علم و فضل اور ذوق و شوق میں برکت دے اور اِن کی تالیفات سے ہر طبقہ کے لوگ مستفیض ہوتے رہیں۔

مولانا غلام رسول رضوی

شیخ الحدیث

مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ

فیصل آباد

عزیزی سید آل احمد رضوی صاحب کی کتاب "انوار لطیف" میری نظر سے گزری، عزیز موصوف نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں بہت محنت کی ہے۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب، علمی اور عوامی حلقوں میں یکساں مقبول ہوگی۔ تحقیق و تدقیق کے ساتھ کتاب میں زبان و بیان کی چاشنی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسی کتابیں معترضین کے اعتراض کو رفع کرنے میں بڑی ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں کہ برصغیر میں اسلام مسلم سلاطین کی مساعی کا رہین منت ہے۔ حقیقت حال ان کتابوں سے واضح ہوتی ہے کہ برصغیر ہند و پاکستان میں اسلام کی ضوفشانیاں، ان بزرگوں کی ریاضت کی وجہ سے ہیں۔

مولانا محمد اطہر نعیمی
اعزازی خطیب
جامع مسجد آرام باغ
کراچی

Scanned with CamScanner

برادرم سید آل احمد رضوی نے شاہ لطیف بری ؒ
قادری کی حیات مبارکہ پر کتاب لکھ کر راہ طریقت کی
بڑی خدمات انجام دی ہیں۔
آپ کے انداز تحریر میں نہ صرف کشش اور جاذبیت
ہے بلکہ خلوص کا وہ رنگ غالب ہے جو قاری کے ذہن
پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اور
زیادہ دینی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبد العزیز عرفی
ایڈوکیٹ کراچی

٥

سید آل احمد رضوی کی کتاب "انوار لطیف" کے
مسودہ کا مطالعہ کیا۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ جہاں
اس دور میں مخرب اخلاق کتابیں کثرت سے منظر عام
پر آرہی ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان اور مخلص
شخص کو ایک بزرگ سے تعارف کرانے کی سعادت نصیب
فرمائی ہے۔ انہوں نے کشف و کرامات بیان کرنے کی بجائے
مسائلِ تصوف کے حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش
کی ہے۔

پروفیسر غازی احمد
پرنسپل
گورنمنٹ کالج بھوچال کلاں

Scanned with CamScanner

کتابیات

غنیۃ الطالبین — شیخ عبدالقادر جیلانی

نفحات الانس — مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

عوارف المعارف — شیخ شہاب الدین سہروردی

تاریخِ تصوّف — محمد سلیم چشتی

سکینۃ اولیاء — شہزادہ داراشکوہ

حضرت شاہ عبداللطیف المعروف امام بریؒ — شعبہ اوقاف وزارتِ مذہبی و اقلیتی امور اسلام آباد

حضرت شاہ عبداللطیفؒ — وزارتِ مذہبی امور ۱۹۷۸ء

تذکرہ مقیمی — میاں محمد بخش

تذکرہ مشائخِ قادریہ — محمد دین کلیم قادری

تحفۃ القادریہ — مولوی عبدالکریم

شاہ لطیف بریؒ — پروفیسر منظور الحق صدیقی

تذکرہ غوثیہ — گل حسن شاہ قادری

خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور لاہوری

حدیقۃ اولیاء — مفتی غلام سرور لاہوری

صوفی ازم — پادری جان اے سُبحان

حیاتِ مبارکہ حضرت سید عبداللطیف قادری — انجمن خدام الفقراء راولپنڈی

متعدد شمارے روزنامہ جنگ و نوائے وقت مئی جون ۷۸ء

مُصنّف کی دیگر کُتب

۱۔	اسمائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضورؐ کے اسمائے مبارکہ پر منفرد کتاب
۲۔	ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بچّوں کے لئے ایک جامع اور مستند کتاب
۳۔	پیغمبرؐ اخوت و مساوات	سیرت پر ایک دلچسپ کتاب
۴۔	حرمت مسکرات تعلیماتِ نبویؐ کے آئینے میں	منشیات کیخلاف سیرت طیبہؐ کے حوالے سے پہلی کتاب
۵۔	ذکرِ نبیؐ بزبانِ علیؑ	سیرت طیبہ پر اچھوتی کتاب
۶۔	ہمارے تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نئی نسل کے لئے معلوماتی کتاب
۷۔	انوارِ دعا	دُعا پر ایک تحقیقی کتاب
۸۔	الحسنؑ بن علیؑ	امام حسنؑ پر ایک منفرد کتاب
۹۔	متاعِ رفتہ	ایک ماں کی کہانی بیٹے کی زبانی
۱۰۔	شہدائے کربلا	کربلا کے ہر شہید کا تذکرہ
۱۱۔	اسلام کا نظامِ تعلیم	نظامِ تعلیم پر ایک تحقیقی کتاب
۱۲۔	دیارِ رحمتہ للعالمینؐ	تاریخ مدینہ منورہ
۱۳۔	مذاہب عالم میں تذکرہ خیر الانامؐ	مذاہب عالم میں حضورؐ کا ذکر مبارک
۱۴۔	عظمتِ رفتہ	ہزارہ کے مشائخ، علماء اور اکابرین پر پہلی کتاب

مرتبہ کتب وجرائد (سیرت النبیؐ پر مقالات کے مجموعہ جات)

۱۔ مقالاتِ سیرتؐ ۲۔ تاجدارِ حرمؐ ۳۔ نگاھے یا رسول اللہ نگاھے

۴۔ مضامینِ سیرتؐ ۵۔ پیغمبر اسلام کے پیغام کی آفاقیت۔

Scanned with CamScanner

ہماری دیگر مطبوعات

- یا ایّھا الرّسولؐ ـــــ پروفیسر کرم حیدری
- برگِ سبز (نعتیہ کلام) ـــــ اختر ہوشیار پوری
- سوہنو رسولؐ (تشنا زبان میں)
- (ایوارڈ یافتہ) ـــــ اکبر حسین اکبر
- ماس اور مٹی ـــــ محمد منشا یاد
- رنگ، خوشبو، کانٹے ـــــ افشاں عباسی
- کانٹوں پر سفر ـــــ افشاں عباسی
- مالدیپ تاریخ و تہذیب ـــــ ڈاکٹر قاری محمد یونس
- حسرتِ اظہار ـــــ نیظر صدیقی
- بر درِ جاناں ـــــ ثاقب ملک
- سکھ آف دی پنجاب ـــــ ڈاکٹر خواجہ سرفراز
- دی صوفی ـــــ اے کے سجّاد
- خالصتان ـــــ مقصود
- میرے ساتھی میرے غازی میرے شہید ـــــ بریگیڈیر نصرت جہاں سلیم
- دھوپ دھوپ صحرا میں ـــــ اکرم جمالی
- چیڑھاں دی چھاں ـــــ ارشد چہال
- برگِ سبز ـــــ سید صادق حسین کاظمی

دوران پبلشرز اسلام آباد

Scanned with CamScanner

اظہارِ تشکر

پیغمبر اول و آخر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ ٥ (ترمذی)

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

الحمدُ لِلّٰہ! یوں تو میرے احباب، مخلصین و محبین اور بزرگوں کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ لیکن اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں خصوصی دلچسپی اور معاونت پر میں الحاج شمیم الدین رکن صوبائی اسمبلی کراچی۔ ڈاکٹر عبدالرشید جامعۂ کراچی۔ پروفیسر سعید الرحمٰن اسلامیہ کالج کراچی۔ علامہ سید محمد ریاست علی قادری ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ علامہ جمیل احمد نعیمی مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ سید ریاض حسین نقوی اسلام آباد اور کتاب کے ناشر سید ذاکر شاہ کا بے حد ممنونِ احسان ہوں۔

ناسپاسی ہوگی اگر راجہ محمد اکرم۔ خادم درگاہ شاہ لطیف بریؒ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے نہ صرف مفید مشوروں سے نوازا بلکہ اہم مواد بھی فراہم کیا جو زیرِ نظر کتاب کی زینت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے اور مجھے توفیق دے کہ میں دینِ متین کی خدمت کرتا رہوں۔ آمین

سید آل احمد رضوی

۹ اپریل ۱۹۸۵ء

Scanned with CamScanner